www.naqshbandiaowaisiah.com

ماھنامہ
المرشد
لاھور

جولائی
2002ء

الله
رسول
محمد

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ

القرآن الکریم

ترجمہ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

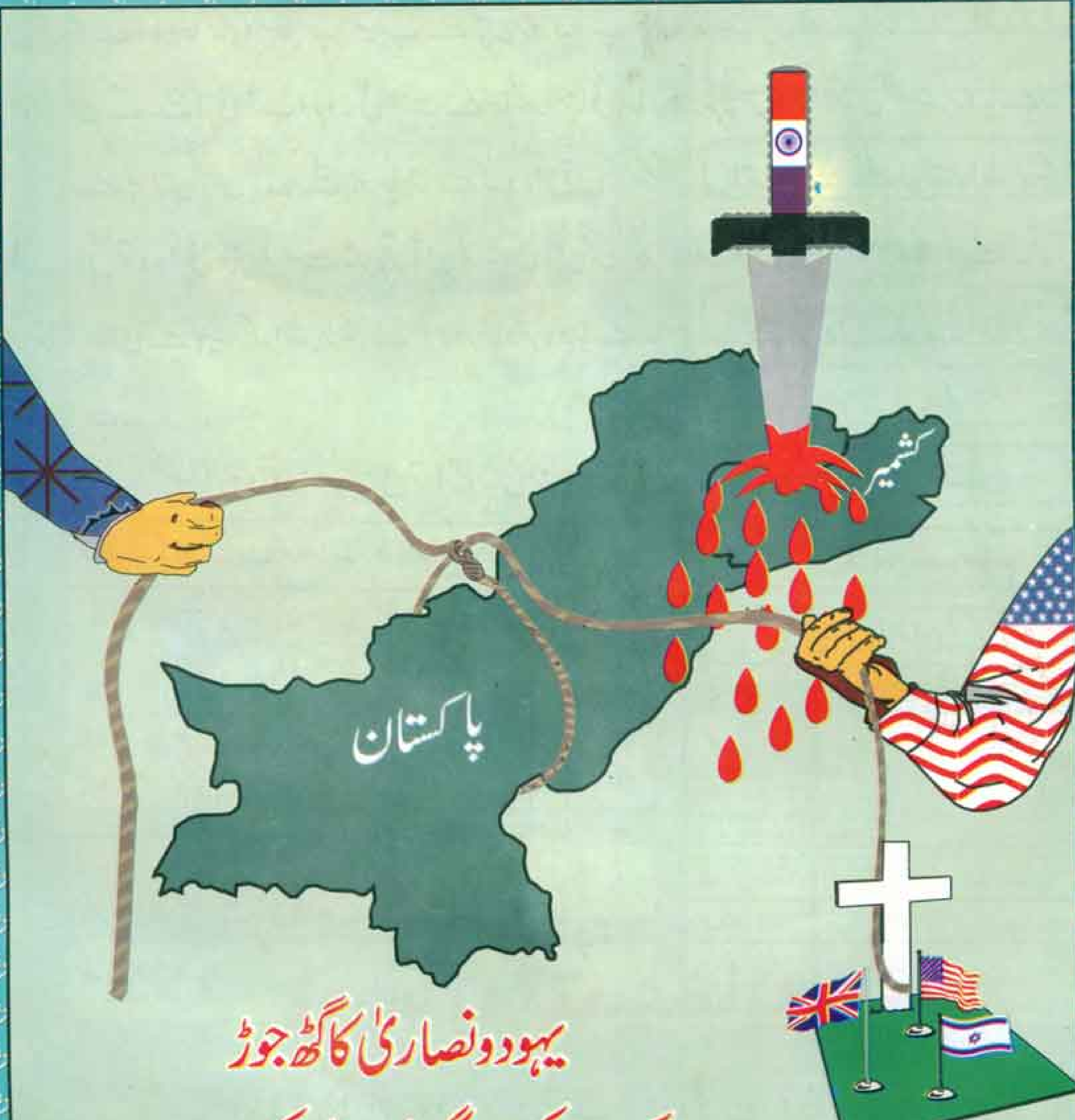

یہود و نصاریٰ کا گٹھ جوڑ
پاکستان کی شہ رگ کاٹنے کی تیاریاں؟

www.naqshbandiaowaisiah.com

ماہنامہ المُرشد لاہور

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

ناظم اعلیٰ: کرنل (ر) مطلوب حسین　　نشرواشاعت: چودھری غلام سرور

جولائی 2002ء (ربیع الثانی/جمادی الاول 1423ھ)

جلد نمبر 23 ✷ شمارہ نمبر 12

مدیر ——— چودھری محمد اسلم

مجلس ادارت

الطاف قادر، حسن اعجاز، احمد اعجاز، سرفراز حسین

سرکولیشن منیجر : رانا جاوید احمد

کمپیوٹر ڈیزائننگ & کمپوزنگ عبدالحمید

قیمت فی شمارہ 25 روپے

CPL No. 3

اس شمارے میں

-1	اداریہ۔ سودی نظام : حکومت کھل کر سامنے آ گئی	محمد اسلم	3
-2	انٹرویو محمد اکرم اعوان۔ امیر تنظیم الاخوان	راشد حجازی، تسلیم قریشی، انوار قمر	5
-3	دی فری میسنز	آسیہ اعوان	16
-4	مکتب طریقت، (اقتباس از حیات طیبہ سوانح حضرت العلام مولانا اللہ یار خان)	ابوالاحمدین	23
-5	مجھے دونوں ہضم نہیں ہوتے	حسن نثار	30
-6	آغاز اور انجام	خالد مسعود خان	32
-7	عشق رسول	امیر محمد اکرم اعوان	35
-8	پاکستان کو تنہا کرنے کی سازش	عباس اطہر	42
-9	(ایک ورق) من الظلمت الی النور (صوفی محمد دین)	رانا احمد نواز	45
-10	درگزر، جاہلوں سے اعراض اور تقویٰ	امیر محمد اکرم اعوان	47
-11	سکون	امیر محمد اکرم اعوان	56
-12	مغرب اور ہم	ایم ادریس خان۔ فیصل آباد	63
-13	مراسلات	قارئین	64

بدل اشتراک	سالانہ	تاحیات
پاکستان	200 روپے	3000 روپے
بھارت / سری لنکا / بنگلہ دیش	700 روپے	8000 روپے
مشرق وسطی کے ممالک	100 ریال	750 ریال
برطانیہ۔ یورپ	30 اسٹرلنگ پاؤنڈ	150 اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	50 امریکن ڈالر	350 امریکن ڈالر
فار ایسٹ / کینیڈا	50 امریکن ڈالر	350 امریکن ڈالر

ناشر۔ پروفیسر عبدالرزاق

انتخاب جدید پریس ۔ لاہور 042-6314365

رابطہ آفس = ماہنامہ المُرشد، اے۔ٹی۔ایم۔بلڈنگ، پل کوریاں، سمندری روڈ، فیصل آباد۔ فون 041-668819

Web Site : www.alikhwan.org　　E.Mail : urwajan@yahoo.com

ہیڈ آفس = ماہنامہ المُرشد، اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور۔ فون 042-5182727

www.naqshbandiaowaisiah.com

اداریہ
سودی نظام: حکومت کھل کر سامنے آگئی

’’اگر سودی نظامِ معیشت ختم ہو جاتا تو ملک میں انارکی پھیل جاتی .... غیر سودی نظام معیشت کے نفاذ سے پاکستان دنیا میں تنہا رہ جاتا .... سپریم کورٹ نے وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ کالعدم قرار دے کر ملک کو بڑی تباہی سے بچا لیا‘‘ یہ ہے وہ موقف جو حکومتی وکیل نے سودی نظام کے بارے سپریم کورٹ کے فیصلے کے بعد پاکستان ٹیلی ویژن کو انٹرویو میں اختیار کیا۔

افسوس صد افسوس کہ ایک حکومتی وکیل پاکستان بھر کے عوام کے سامنے یہ بات کہے کہ اسلام کے نام پر حاصل کئے گئے مسلمانوں کے اس ملک میں احکامات الٰہی کا نفاذ نہ ہونا باعث مسرت ہے اور کوئی اس کی زبان روکنے کی جرات نہ کرے۔ سرکاری وکیل کے ریمارکس اور عدالتی فیصلے کی خبریں شہ سرخیوں کی شکل میں اخبارات کی زینت بنیں اور 15 کروڑ عوام خاموش تماشائی بنے رہے ....! اسلام کے نام نہاد ٹھیکیدار اور دینی جماعتوں کے سربراہان چپ سادھے رہے۔ اس ملک کے مفکروں اور دانشوروں کے ذہن مفلوج ہو گئے .... اقتصادیات کے ماہرین اسلامی قوانین کی کھلی مخالفت کرنے لگیں تو دل خون کے آنسو روتا ہے۔

گزشتہ برس جب وفاقی شرعی عدالت کے اپیلٹ بنچ کی طرف سے فیصلہ سنایا گیا تھا کہ ملک سے سودی نظام معیشت پاک کیا جائے تو اس فیصلے کی روشنی میں توقع کی جا رہی تھی کہ سودی نظام معیشت کے خاتمے سے ملک میں اسلامی نظام کی راہ ہموار ہو گی۔ امید کی ایک کرن دکھائی دی تھی کہ اب غیر سودی نظام معیشت کے مثبت اثرات کی وجہ سے دوسرے شعبوں کے نظام کو بھی جلد از جلد اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھالنے کی جانب پیش رفت ہو گی جس سے ترقی اور خوشحالی کے کئی دروازے کھلیں گے .... بے روزگاری کا خاتمہ ہو گا .... ملکی معیشت سے چند مخصوص خاندانوں کی اجارہ داری ختم ہو گی .... ملک عالمی مالیاتی اداروں کے چنگل سے آزاد ہو گا .... لیکن UBL نے اس فیصلے کے خلاف اپیل دائر کر دی اس کیس کی سماعت کے دوران سرکاری وکیل کی طرف سے سامنے آنے والے دوٹوک موقف سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ حکمران طبقہ ملک سے سودی نظام کا خاتمہ نہیں چاہتا بلکہ حکومتی ایوانوں میں بیٹھنے والے نام نہاد مسلمان، کفار کے ایجنٹ اور دین دشمن عناصر، اللہ کے احکامات کے مقابلے میں عالمی مالیاتی اداروں کے احکامات کی بجا آوری کو قابل فخر سمجھتے ہیں۔ اب جبکہ سپریم کورٹ وفاقی شرعی عدالت کے سود کے خلاف فیصلے کو کالعدم قرار دے چکی ہے تو اس بارے میں کسی کو بولنے کی جرات نہیں ہو گی کیونکہ ہمارے معاشرے کا المیہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے احکامات کے خلاف تو کھل کر بات کر سکتے ہیں لیکن عدالت کے کسی فیصلے کے خلاف بات کرنے سے خوف محسوس کرتے ہیں۔ عدالتی فیصلے سے خوش ہونے والے اور عالمی مالیاتی اداروں کو خوش کرنے کے لئے پاکستانی قوم کا خون نچوڑنے والے حکمرانوں کو یہ ہرگز نہیں بھولنا چاہئے کہ ماضی میں بھی جس جس حکمران نے ایسا کیا اس کا انجام عبرتناک ہوا اور اگر اب بھی حکمرانوں نے ماضی سے سبق نہ سیکھا تو ان کا انجام بھی سابقہ بدبخت حکمرانوں سے زیادہ مختلف نہیں ہو گا۔ جہاں تک ملک میں غیر سودی نظام معیشت رائج ہونے کا تعلق ہے تو حکمران سن لیں کہ اس کے بغیر ملکی معیشت بچانے کا کوئی دوسرا راستہ نہیں۔ کوئی دوسرا نظام نہیں جو غریب کو مہنگائی اور بے روزگاری کے چنگل سے نکال سکے۔

سب سے زیادہ افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ ہمارے ملک کی اعلیٰ ترین عدالت اور حکمران اپنا وقت ایک ایسے موضوع پر ضائع کر رہے ہیں جس پر بحث کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر سود کو حرام قرار دیا ہے اور اس حکم کو نہ ماننے والوں کو عبرتناک انجام کی خبر بھی دی ہے۔ اتنے واضح حکم کے بعد بھی ہماری عدالتیں اور حکمران ورلڈ بنک اور عالمی مالیاتی اداروں کے دباؤ میں کفار کا نظام چھوڑنے سے انکاری ہیں تو پھر انہیں اپنے انجام کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ اس عبرتناک انجام کے لئے جس کی گواہی اللہ تعالیٰ کا قرآن دیتا ہے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

انٹرویو امیر محمد اکرم اعوان

قارئین کرام! آپ کے علم میں ہے کہ ماہنامہ ''المرشد'' مختلف اخبارات ورسائل میں چھپنے والے حضرت جی کے انٹرویوز میں سے گاہے گاہے کوئی نہ کوئی انٹرویو شائع کرتا رہتا ہے۔ اس دفعہ ہم جو انٹرویو شائع کر رہے ہیں وہ روزنامہ ''پاکستان'' کے ہفت روزہ ''زندگی'' میں حال ہی میں شائع ہوا ہے۔ انہوں نے ملک کی موجودہ صورت حال پر جس طرح سے بولڈ اور دوٹوک انداز میں تبصرہ کیا ہے یہ انہی کا خاصا ہے۔

انٹرویو پینل :۔ راشد حجازی، تسلیم قریشی اور انوار قمر

سوال :۔ آپ کی نظر میں ہمارا بنیادی مسئلہ کیا ہے؟

جواب :۔ مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں کسی نظام کو دیانتداری سے چلایا نہیں جاتا۔ موجودہ حکومت نیا ضلعی نظام لے کر آئی ہے۔ جبکہ اصل کام یہ ہے کہ سسٹم کو Activate کیا جائے۔ اگر پہلا سسٹم صحیح طریقے سے نہیں چلا سکے تو اب نئے سسٹم کو کیسے چلائیں گے؟ کون چلائے گا؟ آخر مشینری تو وہی ہے۔ بندے وہی ہیں، بیوروکریسی بھی وہی ہے وہ بندے تبدیل نہیں کئے بس ادھر ادھر کر دیئے اور یہ عجیب اصلاح فرمائی کہ غیر متعلقہ افراد کو دوسرے شعبوں کا سربراہ بنا دیا۔ اس بات میں کوئی شبہ نہیں ایک جنرل دشمن سے بہت اچھی طرح لڑ سکتا ہے لیکن سول ایڈمنسٹریشن اس کا شعبہ نہیں ہے۔ جنرل کو تو ساری عمر تربیت ہی یہ دی جاتی ہے کہ دشمن سے کس طرح لڑنا ہے دشمن کو کس طرح اپنے ٹارگٹ پر لا کر تباہ کرنا ہے؟ دشمن کو شکست سے کیسے دوچار کرنا ہے اور دشمن سے سلوک کیسے کرنا ہے؟ ہم جرنیلوں کا احترام کرتے ہیں کیونکہ ایک جنرل تیار کرنے پر قوم کے اربوں روپے اور جنرل کی ساری عمر لگتی ہے: جنرل کی ٹریننگ ہی یہ ہوتی ہے کہ دشمن کے حملہ سے بچاؤ کے لئے کیا کرنا ہے اور دشمن پر حملہ کرنے کے لئے فوج کو کس طرح لڑانا ہے؟ میدان جنگ میں لڑتا تو سپاہی ہے لیکن جیتتا یا ہارتا جنرل ہے۔ دیکھیں ناں! کہ ڈھاکہ میں ہونے والی شکست تو جنرل نیازی کے ذمہ آئی لیکن وہ ابھی تک نہیں مان رہے۔

سوال :۔ ہتھیار ڈالنے کے باوجود!

جواب :۔ یہ المیہ تو تاریخ کا حصہ بن چکا ہے۔ ہتھیار ڈالنے کا فیصلہ جرنیلوں کا تھا۔ فوج تو شہادت کے جذبہ سے سرشار لڑنے مرنے پر تلی ہوئی تھی۔ ہمارے ہر فوجی کے ذہن میں یہ آئیڈیالوجی ہے کہ خواہ میں ذاتی طور پر کیسا بھی ہوں لیکن اگر

www.naqshbandiaowaisiah.com

میدان جنگ میں مارا گیا تو شہید ہو جاؤں گا۔شہادت کا رتبہ ملے گا۔

سوال:- ہتھیار ڈالنے والی فوج نے شہادت کی آرزو کیوں نہیں کی؟

جواب:- فوج کی خواہش تو ہتھیار ڈالنے کی نہیں تھی۔ ہمارے عزیز بھی وہاں فوج میں تھے۔ میرا ایک کزن مشرقی پاکستان میں یونٹ کمانڈ کر رہا تھا۔ وہ تو اس حد تک گئے کہ جنرل نیازی کے ہتھیار ڈالنے کے فیصلہ کے خلاف بغاوت کر دی جائے لیکن ہمارا آرمی سسٹم ہی ایسا ہے کہ جنرل کا حکم ہی چلتا ہے، فوجی ڈسپلن ہی ایسا ہے کہ حکم عدولی ممکن نہیں۔ گویا فوجی ڈسپلن نہیں ٹوٹا.............ملک ٹوٹ گیا۔

سوال:- جنرل نیازی کا موقف ہے کہ اس نے جنرل یحیٰ خان کے حکم کی تعمیل میں ہتھیار ڈالے۔

جواب:- یحیٰ خان نے کہا ہو گا لیکن جو جرنیل میدان جنگ میں ہوتا ہے، میدان تو اس کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ جنرل نیازی کی کمان میں 90 ہزار فوجی تھے۔ اللہ کی قسم اگر جنرل نیازی ہتھیار ڈالنے کے بجائے یہ کہتا کہ مجھے لڑنے کا حکم نہیں ہے میں لڑائی بند کر کے پاکستان واپس جا رہا ہوں اور وہ 90 ہزار فوجیوں کے ساتھ پیدل چل کر بھی ہندوستان سے

جنرل صاحب کی حکمرانی پہلے بھی پی سی او کے تحت چل رہی تھی، سپریم کورٹ نے تین سال دیئے تھے، پانچ سال اور مانگ لیتے، سپریم کورٹ بھی تو پی سی او کے تحت ہی چل رہی ہے۔

گزر کر پاکستان کا رخ کرتا تو اسے کوئی نہیں روک سکتا تھا، جیسے عراق نے کویت سے With Draw کیا تھا تو عراقی افواج کی واپسی پر راستے میں دریا کے ایک پل پر امریکی قابض تھے۔ عراقیوں نے امریکیوں سے کہا کہ ہم With Draw تو کر رہے ہیں لیکن سرنڈر نہیں کیا، آپ ہمیں راستہ دیں اور یہ پل چھوڑ دیں۔ چنانچہ امریکہ عراقی افواج کو روکنے کی جسارت نہیں کر سکا تھا۔

سوال:- ہماری فوج پر ملک کے وسائل اور بجٹ کا وافر حصہ خرچ ہوتا ہے!

جواب:- ہماری فوج کو یہ سب کچھ ملنا چاہئے۔ دفاعی سہولتوں سے لیس بہترین مسلح افواج ہی ملک کی آزادی اور خودمختاری کی ضمانت ہوتی ہیں۔ اپنے دفاع کے لئے ہی ہم خوش دلی سے اپنا خون دے کر فوج کو پالتے ہیں۔ فوج دفاع کے لئے جتنا مرضی بجٹ لے لے لیکن اگر فوج ہمارے وسائل کھا کر ہمیں ہی فتح کرنا شروع کر دے تو پھر گیم الٹ گئی۔

ہمارے ہاں تو ہر معاملہ میں فوجی مداخلت ہے، فوج کو ہی ہر مسئلہ کا حل سمجھ لیا گیا ہے۔ میٹر نہیں چل رہا فوج کو بلا لو اور سکول نہیں چل رہے فوج کو بلا لو اور اب تو فوج ہی فوج ہے لیکن فوج امرت دھارا نہیں ہے۔

سوال:- موجودہ حالات میں آپ فوج کے لئے کیا Suggest کرتے ہیں؟ بالخصوص ریفرنڈم کے بعد جنرل پرویز

www.naqshbandiaowaisiah.com

مشرف کے عسکری اور سیاسی کردار کے بارے میں آپ کا نقطہ نظر کیا ہے؟

جواب:- ذاتی طور پر اب ریفرنڈم کو خارج از بحث سمجھتا ہوں۔ ریفرنڈم سے قبل میں کہتا رہا ہوں کہ ریفرنڈم نہیں ہونا چاہئے۔ جنرل صاحب کی حکمرانی پہلے بھی پی سی او کے تحت چل رہی تھی آئین کے تحت تو نہیں! وہ چیف ایگزیکٹو بھی خود ہی بن گئے تھے، صدر بھی بنے ہوئے تھے۔ پی سی او کے تحت مزید صدارت جاری رکھ لیتے۔ سپریم کورٹ نے تین سال دیئے تھے، پانچ سال اور مانگ لیتے۔ سپریم کورٹ بھی تو پی سی او کے تحت ہی چل رہی ہے۔ میرے خیال میں ریفرنڈم کے بعد جنرل صاحب کا رعب داب وہ نہیں رہا۔ اب تو عام لوگوں میں دیدہ دلیری آگئی ہے۔ اب جنرل پرویز مشرف بے شک دس وردیاں پہنے رکھیں، ریفرنڈم کے بعد ان کا بھرم نہیں رہا۔ بہرحال ریفرنڈم کے بعد ریفرنڈم پر بحث کو لاحاصل سمجھتا ہوں خیر اسی میں ہے کہ جو ہوا، جیسے ہوا، اسے "تسلیم" کر کے اس جھگڑے سے نکلا جائے۔ اب ایسی باوقار پارلیمنٹ بنانے کی کوشش کی جائے جو فوج کو واپسی کا راستہ دے۔ اب تو آئندہ سیاسی منظر نامہ آنے والی پارلیمنٹ میں ترتیب پائے گا اور ملک کے سیاسی مستقبل کا انحصار بڑی حد تک نئے منتخب ارکان

With in Army

پارلیمنٹ پر ہی ہوگا، اس لئے سیاسی جماعتیں اچھے اور باکردار لوگوں کو ٹکٹ دیں۔ اسمبلیوں میں مستحکم کردار کے لوگ آئیں گے تو پارلیمنٹ ربڑ سٹمپ نہیں بنے گی۔ سیاسی جماعتیں پڑھے لکھے اہل لوگوں کو سامنے لائیں ان کی ایک مشکل تو جنرل صاحب نے گریجویشن کی شرط لگا کر حل کر دی ہے، جس کے لئے انہیں مشکور ہونا چاہئے۔ اب بنیادی بات یہی ہے کہ تمام سیاسی جماعتیں ملک پر یہ احسان کریں کہ رسہ گیر، غلط کار اور نا اصل لوگوں کو کسی صورت ٹکٹ نہ دیں چاہے وہ کتنے ہی با اثر کیوں نہ ہوں۔ ملک اور قوم کو تو اچھے بندوں کی ضرورت ہے خواہ کسی بھی پارٹی کے ہوں، اگر سیاسی پارٹیاں اہلیت دیانت اور کردار کی بنیاد پر غریب ورکروں کو بھی ٹکٹ دیں تو نہایت خوش آئند انقلاب آفریں رزلٹ نکل سکتا ہے۔ اب گیند سیاسی پارٹیوں کے کورٹ میں ہے۔

سوال:- آپ باوقار پارلیمنٹ کی بات کر رہے ہیں لیکن موجودہ فوجی حکومت تو پارلیمنٹ کی بالادستی کو ختم کرنے کے درپے ہے۔ پارلیمنٹ کی بالادستی ختم کرنے سے کون سا وقار قائم رہ سکتا ہے؟

جواب:- موجودہ حکومت تو حادثے کی پیداوار ہے۔ اصولی طور پر تو پارلیمنٹ کو باوقار ہی ہونا چاہئے اور سپریم کورٹ کے فیصلہ کے تحت اس حکومت کا بھی یہ فرض بنتا ہے کہ صاف ستھرے شفاف غیر جانبدارانہ انتخابات کے ذریعے جس کی حکومت بنے اسے حکومت منتقل کر دی جائے۔ پارلیمنٹ کے ذریعے اکثریتی جماعت کے گلے میں حکمرانی کا ڈھول

www.naqshbandiaowaisiah.com

ڈال دیا جائے۔ ایک پارلیمنٹ فیل ہوگی تو دوسری آ جائے گی۔ پے درپے الیکشن ہوتے رہیں تو یقیناً اچھے اور بہتر لوگ آ جائیں گے لیکن بدقسمتی سے الیکشن کے راستے میں دیوار آ جاتی ہے اور دس دس سال تک الیکشن روک دیئے جاتے ہیں اور دس سال بعد وہی لوگ دوبارہ آ جاتے ہیں تبدیلی نہیں آتی۔ یہ بڑا ظلم ہے کہ سیاسی پارٹیاں انہی لوگوں کو دوبارہ مسلط کر دیتی ہیں جن کی وجہ سے سسٹم بار بار فیل ہوتا ہے۔ اب ایک ہی حل ہے کہ سیاسی پارٹیاں اچھی سے اچھی ٹیم کو اسمبلیوں میں بھیجیں۔ حکومت اور اپوزیشن دونوں میں باکردار لوگوں کی ضرورت ہے جو ذاتی مفادات کے بجائے ملک اور قوم کے مفاد کو پیش نظر رکھیں۔

سوال:- فوجی حکومت تو پارلیمنٹ چلانے کے لئے بھی ملٹری کمانڈ کا تصور پیش کر رہی ہے۔ نیشنل سیکورٹی کونسل کے قیام اور دیگر آئینی ترامیم کی باتیں ہو رہی ہیں جس سے پارلیمنٹ کے کردار کو کمزور کیا جائے گا۔ آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب:- آنے والی پارلیمنٹ یہ ساری باتیں مسترد کر سکتی ہے۔ اگر اسمبلیوں میں پاورفل اور باکردار لوگ پہنچیں گے تو وہ کہیں گے کہ جناب ہمیں یہ منظور نہیں ہے۔ انتخابات کے بعد پارلیمنٹ معرض وجود آنے کے بعد صورت حال وہ نہیں

تنظیم الاخوان انتخاب میں اپنے امیدوار کھڑے نہیں کرے گی لیکن ہم شوریٰ کے فیصلے کے مطابق کسی بہتر اور اچھی جماعت یا اتحاد کو سپورٹ کریں گے۔

رہے گی جو آج ہے۔ آرمی چیف کی رائے اپنی جگہ: صدر کی رائے اپنی جگہ لیکن پارلیمنٹ کی رائے کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکے گا۔ دنیا کی نظریں اس پر ہوں گی، عالمی سطح پر پاکستان کے آئندہ انتخابات کا انتظار کیا جا رہا ہے، منتخب پارلیمنٹ کی ایک بین الاقوامی حیثیت اور اہمیت بھی ہوتی ہے۔

سوال:- جنرل صاحب نے تو کہا ہے کہ آئندہ آنے والے میری پالیسیوں پر ہی چلیں گے۔

جواب:- تو پھر الیکشن کا کیا فائدہ؟ وہ Nomination کر دیں۔ مرضی کے بندے نامزد کر دیں جو یس سر! یس سر! کرتے رہیں۔ الیکشن کے خرچے کی کیا ضرورت ہے! جنرل صاحب تو یہ بھی کہتے ہیں کہ پاکستان کے لئے میرا وجود لازمی ہے، حالانکہ وہ یہ نہیں جانتے کہ ان کی اگلی سانس بھی آئے گی یا نہیں!

میرے خیال میں ان کے گرد جمع خوشامدی لوگ دن رات یہ فیڈ کرتے رہتے ہیں کہ جناب! آپ نہ ہوتے تو آسمان گر چکا ہوتا۔ آپ نہ ہوتے تو دریا بہنا رک گئے ہوتے۔ حالانکہ یہ بڑی نادانی کی بات ہے بڑی ہی عجیب بات ہے کہ کوئی بندہ اپنے آپ کو ایسی سوچ پر لے جائے۔ دیکھیں جی! کوئی بندہ بھی ناگزیر نہیں، کوئی بھی اس کائنات کے لئے ضروری نہیں۔ یہ تو اللہ کا اپنا نظام ہے اس نے کائنات بنائی ہے اس کا اپنا نظام ہے وہی چلا رہا ہے۔ بھٹو نے کہا

www.naqshbandiaowaisiah.com

تھا یہ کرسی بڑی مضبوط ہے، ضیاء الحق نے کہا تھا میں جانے والا نہیں ہوں اور وہ چلا گیا۔ اپنی کرسی کی مضبوطی پر تکبر کرنے والے پھانسی پر چڑھ گئے، حکمران آئے اور چلے گئے۔ یہ تو ایک عمل ہے جو ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ حکمرانوں کے طمطراق تو بڑے ہوتے ہیں لیکن انہیں اگلے لمحے کی کیا خبر کہ کیا ہوگا؟

سوال:- آپ نے نواز شریف کے آخری دور میں کہا تھا کہ اس سال انقلاب آئے گا!

جواب:- وہ تو آ گیا تھا۔ نواز شریف کو لے ڈوبا۔

سوال:- کیا یہی انقلاب مراد تھا؟

جواب:- یہ ہماری بدنصیبی کہ ہم انقلاب سے اچھائی کی امید رکھتے ہیں لیکن طغیانی ہماری امیدوں کے خلاف آ جاتی ہے۔ میں یہ دیکھ رہا تھا کہ جو سسٹم چل رہا ہے، یہ اب ڈوبنے والا ہے۔ یہ میرا اندازہ تھا کہ نواز شریف کا انداز حکمرانی چلنے والا نہیں۔ میں نے تو اس سے قبل بے نظیر کے زمانہ عروج میں بھی کہا تھا کہ بے نظیر حکومت نہیں چلے گی اور ایسا ہی ہوا تھا۔

[illegible]

سوال:- اب کیا اندازہ ہے؟

جواب:- جانا تو انہوں نے بھی ہے لیکن میں دعا کر رہا ہوں کہ کوئی اور فوجی نہ آ جائے۔ آپ بھی دعا کریں منتخب لوگ آ جائیں کیونکہ جس مقام پر ہم کھڑے ہیں وہاں With in Army انقلاب کا بھی چانس ہے۔ اللہ نہ کرے کہ حالات ایسے بگڑ جائیں کہ ایوب خان سے یحیٰ خان کو اقتدار منتقل کرنے کی تاریخ دہرادی جائے۔ ایوب خان نے کہا کہ مارشل لاء لگادو تو یحیٰ خان نے کہا کہ آپ کو گھر جانا ہوگا اور پھر یحیٰ خان نے مارشل لاء لگا کر اقتدار سنبھال لیا تھا۔ بھٹو کو تو وہی لگا لگایا مارشل لاء مل گیا تھا۔ اللہ نہ کرے کہ ایسا المیہ پھر رونما ہو، میری رائے تو یہی ہے کہ جنرل صاحب بروقت الیکشن کرادیں۔ اللہ کرے کہ اچھے لوگ آ جائیں جو غلط کو غلط اور صحیح کو صحیح کہہ سکیں۔ جنرل صاحب اپنی ذات کے لئے قوم کو تقسیم کرنے کے بجائے مدبر رہنما کا کردار ادا کرتے ہوئے قوم کے اجتماعی شعور اور رائے کا احترام کر کے پارلیمنٹ کو کسی دباؤ اور جبر کے بغیر کام کرنے کا موقع دیں، اب یہ ملک مزید کسی حادثے کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ اب اس بدنصیب قوم پر رحم کیا جائے۔

سوال:- آپ تو الیکشن میں حصہ نہیں لیتے نہ ہی انتخابی سیاست کرتے ہیں۔ الیکشن کا براہ راست فریق نہ ہونے کی حیثیت سے کیا آپ ایسا کردار ادا نہیں کر سکتے کہ تمام پارٹیوں، سیاسی لیڈروں، مذہبی رہنماؤں کو دعوت دے کر بلا میں اور

انہیں باوقار پارلیمنٹ کے یک نکاتی ایجنڈے پر متفق کریں کہ وہ باکردار، دیانت دار، اہل اور جرات مند امیدواروں کو سامنے لائیں۔

جواب :- یقیناً ایسی کوشش کی جانی چاہئے۔ میں نے تو بڑی کوشش کی تھی۔ سچی بات صرف قاضی حسین احمد صاحب نے کہی تھی۔ اسلامی نظام کے لئے اتحاد کے بارے میں میری درخواست پر قاضی صاحب نے کہا تھا کہ آپ بہت ''سادہ'' ہیں۔ یعنی انہوں نے مجھے ''سادہ'' کہہ کر یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ تم بے وقوف ہو۔

سوال :- آپ نے قاضی صاحب سے کیا بات کی تھی؟

جواب :- میں نے قاضی حسین احمد صاحب سے عرض کیا تھا کہ آپ کی جماعت پرانی جماعت ہے۔ اس کی ایک ساکھ بھی ہے اس کے کچھ اصول بھی ہیں۔ لوگوں کے دلوں میں آپ کا احترام بھی ہے آپ ہر وقت سولو فلائٹ پر کیوں رہتے ہیں۔ دینی جماعتوں کے ساتھ کیوں نہیں ملتے؟ اگر آپ دینی سیاسی جماعتوں کو ساتھ ملا کر اسلامی نظام کے لئے

محمد خان جونیجو کا سرمایہ امریکی بینکوں میں Bix be Jhon کے نام سے ہی جمع تھا۔ جونیجو صاحب کی اولاد نے اپنے والد مرحوم کا جمع کرایا ہوا سرمایہ امریکی بینکوں سے حاصل کرنے کے لئے وہاں کیس بھی دائر کیا تھا لیکن ناکام رہے۔ یہ تھا ہمارے ''ایماندار ترین'' نیک نام حکمران کا کردار۔

مشترکہ پلیٹ فارم بنالیں تو It will be a big power یہ بہت بڑی قوت ہوگی۔

سوال :- اب تو دینی سیاسی جماعتوں نے مل کر متحدہ مجلس عمل بنالی ہے۔

جواب :- اللہ کرے وہ اس کو فعال بنالیں۔ پہلے ملی یک جہتی کونسل بھی تو بنائی ہوئی تھی، ڈھیلی ڈھالی ہوگی تو کوئی بات نہیں بنے گی۔

سوال :- آپ کی پالیسی کیا ہوگی؟ آئندہ الیکشن میں تنظیم الاخوان کا لائحہ عمل کیا ہوگا؟

جواب :- فی الحال تو ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ چترال سے کراچی تک ہم اپنی طاقت جمع کریں اور اسے ضائع ہونے سے بچائیں۔ اگرچہ تنظیم الاخوان انتخاب میں اپنے امیدوار کھڑے نہیں کرے گی لیکن ہم شوریٰ کے فیصلے کے مطابق کسی بہتر اور اچھی جماعت یا اتحاد کو سپورٹ کریں گے۔ ملک بھر میں تنظیم الاخوان کے تمام ووٹرز ایک ہی پلڑے میں اپنا وزن ڈالیں گے۔ لیکن اس کا فیصلہ ستمبر میں شوریٰ کے اجلاس میں ہوگا کہ کس جماعت یا اتحاد کا ساتھ دیا جائے۔

سوال :- آپ نے تنظیم الاخوان کے پلیٹ فارم سے ''رب کی دھرتی، رب کا نظام'' کا نعرہ دیا اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے حکمرانوں کو چیلنج کر کے اسلام آباد لانگ مارچ کی کال دی تھی۔ مگر بعد میں یہ تحریک ختم کر دی گئی۔ آپ اس

حوالے سے کچھ بتانا پسند کریں گے؟

جواب :- ہم اسلام کو صرف مسجد تک محدود نہیں سمجھتے ۔ اسلام مولوی کی جاگیر نہیں ہے، نفاذ اسلام سب مسلمانوں کی ذمہ داری ہے اسلامی نظام کے لئے ہماری تحریک ختم نہیں ہوئی، ہمارا مشن جاری ہے۔ اسلام آباد لانگ مارچ میں ہمارا مقصد بندے مروانا نہیں تھا ہم نے حکمرانوں سے کہا تھا کہ اسلامی نظام کے لئے ہماری بات سنئے یا ہمیں راستے سے ہٹا دیجئے۔ الحمدللہ انہوں نے کہا ہم آپ کی بات سنتے ہیں اور انہوں نے ہماری بات سنی بھی! اس پر کام بھی ہوا۔ ہم نے بلاسود بنکاری کا سسٹم بنا کر دیا۔ بیت المال کا سسٹم بنا کر دیا، ٹیکس فری سوسائٹی کا مالیاتی نظام بنا کر دیا۔ حکومت نے سودی نظام ختم کرنے کا اعلان بھی کر دیا تھا لیکن ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف نے حکومت کو دبوچ لیا۔ اللہ کرے اب کوئی مضبوط با کردار پارلیمنٹ آ جائے تو اسلامی مالیاتی نظام کے فلاحی فلسفے کو سمجھ سکے۔ جنرل صاحب کے تو اپنے پرابلم ہیں، وہ بین الاقوامی سطح پر ''سٹینڈ'' لینے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔

سوال :- گزشتہ دنوں ایک بین الاقوامی ٹی وی چینل پر آپ نے انٹرویو کے دوران اس امر کا اظہار کیا کہ جہادی تنظیموں پر

پاک فوج اگر اسلامی نہ رہے تو وہ ہماری فوج نہیں ہوگی

پابندی کے بعد اب جہاد کی ذمہ داری صدر جنرل پرویز مشرف اور افواج پاکستان کے اپنے کندھوں پر آ گئی ہے۔ آپ یہ فرمائیں کہ جنرل ضیاء الحق کے دور میں تو جہاد افغانستان اور جہاد کشمیر کے حوالے سے پاک فوج کو اسلامک پروفیشنل آرمی کہا جاتا تھا۔ کیا آج بھی ہم اپنی فوج کو اسلامی فوج کہہ سکتے ہیں۔؟

جواب :- ہماری فوج اگر اسلامی نہ رہے تو وہ ہماری فوج نہیں ہوگی۔ پاک فوج سے اسلام کا تصور نکال دیں تو باقی کچھ نہیں رہتا، نہ صرف فوج بلکہ جس شعبے سے بھی ہم اسلام کو نکال دیں گے، ہماری شناخت اور حیثیت وہیں ختم ہو جائے گی۔ مسلمان کے لئے اسلام ایسے ہی ہے جیسے بدن کے لئے روح .... بہر حال ہماری فوج یقیناً اسلامی فوج ہی ہے۔

سوال :- آپ بھی!

جواب :- ہونا تو چاہئے اور ہم پاک فوج کو اسلامی فوج ہی سمجھتے ہیں۔

سوال :- پاکستان کی اسلامی فوج پر جہاد کشمیر کے حوالہ سے ذمہ داری؟

جواب :- اب تو کشمیر سے بڑھ کر مظالم بھارت کے شہر گجرات اور احمد آباد میں ہو رہے ہیں۔ ہندوستان کا مسلمان صرف ہندوستان کے مسلمانوں کا نہیں، بلکہ دنیا بھر کے مسلمان کا بھائی ہے۔ مظلوم مسلمان دنیا میں جہاں بھی ہوں، ان کی

www.naqshbandiaowaisiah.com

مدد کرنا ان کے لئے جان دینا ثواب سمجھتے ہیں، لیکن یہ بھی دیکھیں کہ ہمارے اپنے ملک پاکستان میں بھی کوئی بندہ محفوظ نہیں ہے۔ ملک میں قتل و غارت گری اور تخریب کاری کی ذمہ داری غیر ملکی ایجنسیوں پر ڈال دی جاتی ہے۔ اگر باہر کی ایجنسیاں ہمارے ملک میں دہشت گردی، تخریب کاری اور قتل و غارت گری کر رہی ہیں تو پھر ہماری ایجنسیاں کیا کر رہی ہیں؟ لیاقت علی خان سے لے کر محترم حکیم محمد سعید اور اب ڈاکٹر غلام مرتضیٰ تک کسی قتل کا سراغ نہیں ملا۔

سوال:- ایک تاثر یہ ہے کہ آپ فوج کے لئے Soft Corner رکھتے ہیں۔ یہ تو بتائیے کہ ملکی بجٹ کا 60 فیصد سے بھی زیادہ فوج لے جاتی ہے، لیکن فوج کے عام سپاہیوں کے لئے پانچ فیصد بھی مختص نہیں ہوتا۔

جواب:- ہاں عام سپاہی کا باپ ہل چلاتا ہے۔ سپاہی کی بیوی مزدوری کرتی ہے، بچے کام کرتے ہیں، تب کہیں فوجی سپاہی کا گھر چلتا ہے۔ یہ وہ کمی ہے جو دور کی جانی چاہئے، لیکن اس وجہ سے ہم فوج کی حیثیت کی نفی نہیں کر سکتے البتہ ناانصافیاں اور خرابیاں دور ہونی چاہئیں۔

سیاسی جماعتیں اچھے اور باکردار لوگوں کو ٹکٹ دیں۔ اسمبلیوں میں مستحکم کردار کے لوگ آئیں گے تو ربڑ سٹیمپ نہیں بنیں گے۔

سوال:- وہ کہتے ہیں ہمارا اپنا سسٹم ہے، ہم اس میں کسی کو مداخلت کی اجازت نہیں دے سکتے!

جواب:- جب وہ ہر سسٹم میں مداخلت کر سکتے ہیں تو اپنے آپ کو ماورا کیوں سمجھتے ہیں۔ ٹھیک ہے کہ فوج کے سسٹم میں کسی کو مداخلت نہیں کرنی چاہئے۔ فوج بھی اپنے کام سے کام رکھے۔ جب فوج مداخلت کرے گی تو فوج چاہے یا نہ چاہے لوگ مداخلت کریں گے اسی لئے لوگ فوج کے بجٹ کا سوال پوچھ رہے ہیں۔

سوال:- کیا فوج کا بجٹ پارلیمنٹ میں زیر بحث آنا چاہئے؟

جواب:- دفاعی معاملات بہت سے ملکوں میں اخفاء میں ہی رکھے جاتے ہیں۔ دشمن کو پتہ چلے کہ آپ کے پاس پندرہ فائر ہیں تو وہ آپ سے پندرہ فائر کروا لے گا۔ اس لئے دشمن کو پتہ نہیں ہونا چاہئے کہ آپ کے پاس پندرہ فائر ہیں یا پندرہ سو فائر!

سوال:- اسلحہ وغیرہ کی صورت حال کو تو اخفاء میں رکھنا سمجھ میں آتا ہے، لیکن فوجی جرنیلوں کی آسائش و مراعات پر خرچ ہونے والے بجٹ کو مخفی کیوں رکھا جائے؟

جواب:- یہ تو ایک "اوپن سیکرٹ" ہے۔ میرے خیال میں یہ سوال کبھی کسی نے پوچھنے کا تکلف ہی نہیں کیا۔ اصل میں جرنیلوں

www.naqshbandiaowaisiah.com

کو پہلا ''نوالہ'' بےنظیر نے دیا تھا۔ یہ بےنظیر کی حکومت کا عطیہ ہے جو جرنیلوں کو پرتعیش مراعات کی صورت میں دیا گیا۔ بینظیر کا شروع کردہ سلسلہ جاری ہے اور ''جنرل بنتے ہی چار کروڑ روپے کی مراعات دی جاتی ہیں۔ جنرل کو بنگلہ ملتا ہے، پلاٹ ملتا ہے، گاڑی ملتی ہے۔ چار کروڑ روپے کی مراعات تو ہر جنرل اپنا حق سمجھتا ہے۔

سوال:- جونیجو صاحب نے تو جرنیلوں کو سوزوکی کار میں بٹھانے کی بات تھی۔

جواب:- کاش اس پر عمل بھی ہوتا!

سوال:- جونیجو صاحب کے بارے میں آپ نے ایک انکشاف کیا تھا کہ انہوں نے وفات سے قبل امریکی ہسپتال میں ایک فرضی کرسچین نام سے علاج کرایا تھا۔

جواب:- میں امریکہ میں تھا مجھے پتہ چلا کہ ہمارے سابق وزیر اعظم بالٹی مور کے جان ہیکنز ہسپتال میں زیر علاج رہ کر وفات پا گئے ہیں۔ وہاں میرے ایک عزیز ڈاکٹر تھے میں نے ان سے پوچھا تو پتہ چلا کہ محمد خان جونیجو نام کا کوئی مریض وہاں داخل ہی نہیں ہوا تھا۔ میرے اصرار پر ڈاکٹر نے ریکارڈ چیک کر کے مجھے بتایا کہ وہ تو Bix be Jhon

[illegible]

کے نام پر زیر علاج رہ کر فوت ہوئے ہیں۔ اس بارے میں کمپیوٹر ریکارڈ بھی میرے پاس موجود ہے۔

محمد خان جونیجو کا سرمایہ امریکی بینکوں میں Bix be Jhon کے نام سے ہی جمع تھا۔ جونیجو صاحب کی اولاد نے اپنے والد مرحوم کا جمع کرایا ہوا سرمایہ امریکی بینکوں سے حاصل کرنے کے لئے وہاں کیس بھی دائر کیا تھا لیکن بنک اکاؤنٹ محمد خان جونیجو کے نام کے بجائے Bix be jhon کے نام پر ہونے کے وجہ سے وہ اپنے باپ کا سرمایہ امریکی بینکوں سے حاصل کرنے میں ناکام رہے۔ یہ تھا ہمارے ''ایماندار ترین'' نیک نام حکمران کا کردار جس سے ''متاثر'' ہو کر میں نے ایک نظم بھی لکھی تھی۔

سوال:- آپ نے اے آر وائی ڈیجیٹل چینل پر انٹرویو میں یہ بات کہی کہ دہشت گردی کے خلاف امریکی حمایت میں کچھ حدود متعین ہونی چاہئیں۔ وہ حدود کیا ہیں؟

جواب:- ہم دہشت گردی کے حق میں نہیں ہیں کیونکہ اسلام امن و سلامتی کا مذہب ہے، لیکن دہشت گردی کی عالمگیر تعریف متعین ہونی چاہئے۔ صرف امریکہ کو تو یہ حق نہیں دیا جا سکتا کہ وہ جسے چاہے دہشت گرد ڈیکلیئر کر دے۔ یعنی یہ طے ہونا چاہئے کہ اگر ہم پر باہر سے کوئی گولی چلاتا ہے اور جواب میں ہم اندر سے گولی چلائیں تو ان میں سے دہشت گرد کون ہے؟ دوسری بات یہ ہے کہ کسی مسلمان ریاست کو ختم کرنا تو دہشت گردی کا خاتمہ نہیں ہے۔ پورے افغانستان

www.naqshbandiaowaisiah.com

پر آتش و آہن کی بارش کر کے، کارپٹ بمباری کر کے افغانستان کے نہتے بے قصور مسلمانوں بچوں جوانوں بوڑھوں، عورتوں کو بھسم کر ڈالا گیا۔ یہ کون سی دہشت گردی کا خاتمہ تھا بلکہ یہ تو بجائے خود سب سے بڑی دہشت گردی تھی، یہ تاریخ کا ہولناک ترین جنگی جرم تھا۔ کولیشن میں شامل مسلمان حکمرانوں کا فرض تھا کہ وہ طالبان اور امریکہ کے درمیان رابطہ بنتے۔ پاکستان، سعودی عرب، مڈل ایسٹ کے حکمران ایران کو ساتھ ملا کر افغانستان سے بات کرتے۔ اگر دہشت گردی کا جرم افغانستان پر ثابت ہوتا یا اسامہ بن لادن مجرم ثابت ہوتا تو Hand over کرنے کا ذمہ لیتے۔ میں نے ان دنوں بھی یہ کہا تھا کہ امریکہ تو اسامہ بن لادن کے خلاف مدعی ہے۔ دنیا کے کسی قانون کے تحت ملزم کو مدعی کے حوالے نہیں کیا جاتا، ایسا کرنا تو انصاف کے تقاضوں کے سراسر خلاف ہے۔ میں نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ اس سلسلے میں ایک بین الاقوامی جج پینل بنا دیا جائے جس میں امریکہ، یورپ، فار ایسٹ اور افریقہ کے جج ہوں۔ مسلمان ممالک کے جج ہوں، عیسائی اور یہودی جج ہوں۔ مختلف ممالک کے ججوں پر مشتمل ایک بین الاقوامی عدالت بنا کر اسامہ کے خلاف امریکہ کا مقدمہ اس میں پیش کیا جائے۔ اگر اسامہ مجرم

> **جنرل بننے کے لئے قوم کے اربوں روپے اور ایک عمر صرف ہوتی ہے، اسے دشمن سے لڑنے اور فتح پانے کے لئے تیار کیا جاتا ہے لیکن ....**

ثابت ہو جائے تو مذکورہ بین الاقوامی عدالت سزا تجویز کرے۔ لیکن یہ بات تب بنتی جب کم از کم اسلامی ممالک تو آواز اٹھاتے۔ جس طرح افغانستان کے بعد امریکہ نے عراق پر حملہ کی بات کی کہ اگلا نمبر عراق کا ہے تو سعودی عرب نے کہا کہ ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے۔ بعض دوسرے ممالک نے بھی یہی کہا، بلکہ ایران تک نے بھی عراق کی حمایت میں امریکی عزائم کے خلاف موقف اختیار کیا اور امریکہ کے قدم رک گئے تو کیا افغانستان میں اسے نہیں روکا جا سکتا تھا۔

سوال:- آج مسلم امت، بے بسی اور مظلومیت کا شکار ہے۔ اسے باوقار مقام کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟ بالخصوص اسرائیل کی زیادتیوں کو کیسے روکا جا سکتا ہے؟

جواب:- امریکہ اور مغرب نے مسلمانوں کو الجھائے رکھنے کے لئے اسرائیل کی صورت میں اپنی ایک چھاؤنی بنائی ہوئی ہے۔ اسرائیل ہے کیا؟ بس ایک امریکی چھاؤنی ہے، اس کے سوا تو کچھ نہیں۔ اسرائیلی مظالم اور زیادتیوں کے پس پردہ امریکہ کا ہی ہاتھ ہے۔ اس کا ایک ہی حل ہے کہ مسلمان حکمران امریکہ کی بغل میں جانے کے بجائے اسلامی ممالک کا عالمی اتحاد بنائیں۔ مسلم امہ کی بے بسی اور مظلومیت کا رونا رونے کے بجائے ''یونائیٹڈ سٹیٹس آف اسلام'' بنائی

www.naqshbandiaowaisiah.com

جائے۔ اگر متحدہ ریاست ہائے اسلام (United states of Islam) معرض وجود میں آ جائے تو دنیا کی سب سے بڑی قوت یہی ہوگی۔ صلاحیت، محنت، دیانت، ٹیلنٹ کے لحاظ سے مسلمان سرفہرست ہیں۔ جغرافیہ، محل وقوع، سرزمین، سمندر، دریا، پہاڑ، معدنیات، تیل گیس کے ذخائر، ہیرے جواہرات اور سونے کی کانیں مسلمان ملکوں میں ہیں۔ دنیاوی لحاظ سے باقی رہ کیا جاتا ہے۔ بس مسلم امہ کے اتحاد اور وحدت کی ضرورت ہے۔ لیکن بدنصیبی یہ ہے کہ آج مسلمان حکمران امریکہ اور مغرب کے بغل بچے بنے ہوئے ہیں۔ مغرب کے سحر میں گرفتار لوگ یہ جان لیں کہ تہذیب مغرب اپنے خنجر سے آپ خودکشی کرنے والی ہے۔ اب کائنات ایک تغیر کے موڑ پر کھڑی ہے۔ یہ بات یاد رکھئے کہ جب فطرت تبدیلی لانا چاہتی ہے تو وہ نام نہاد بڑے لوگوں کو نہیں بتاتی۔ بلکہ عام آدمی کو بتاتی ہے۔ ''کامن مین'' کو الارم کرتی ہے کہ یہ ہونے والا ہے۔ قصر شاہی میں تبدیلی کی بات نہیں ہوتی امراء کے محل تبدیلی سے بے خبر ہوتے ہیں۔ لیکن گلی محلوں اور جھونپڑیوں میں آنے والی تبدیلی کے تذکرے ہوتے ہیں۔ فطرت کا اصول ہے کہ غریب اور مظلوم اس کے قریب ہوتے ہیں۔ فطرت نے مظلوموں کے کان میں یہ بات

[illegible]

ڈال دی ہے کہ گھبراؤ نہیں اب دن بدلنے والے ہیں۔ اب ظلم کا حصار ٹوٹ کر رہے گا۔ مشیت ایزدی کارفرما ہو کر رہے گی۔ اسلام کا عادلانہ نظام ہی ظلم اور ناانصافی کا خاتمہ کرکے دنیا کو امن، سلامتی اور فلاح کی ضمانت دے گا۔ نبی کریم ﷺ نے اسلام کے عروج کی جو بشارت دی تھی اس کا راستہ تو اتحاد امت میں ہی ہے۔ مسلم ورلڈ کا اتحاد ضرور ہوگا اور یہ اور ابھرے گا۔

لیکن اس سے قبل چھوٹی چھوٹی تبدیلیاں دنیا میں ہر جگہ آئیں گی۔ مایوس ہونے کی بات نہیں ہے۔ انشاءاللہ ہم غلبہ اسلام اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ قبر پر آ کر کسی نے بتایا تو کیا مزہ آئے گا؟

سوال :- پاک بھارت سرحدوں پر دونوں ممالک کی فوجیں سخت کشیدگی کے عالم میں آمنے سامنے کھڑی ہیں۔ عالمی سطح پر بظاہر جنگ رکوانے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ موجودہ سرحدی صورت حال کے تناظر میں آپ کیا کہتے ہیں؟

جواب :- پاک بھارت جنگ ٹل تو سکتی ہے، رک نہیں سکتی۔ آج نہیں تو کل! سال، دو سال، دس سال بعد یہ جنگ تو ہو کر رہے گی۔ میرے خیال میں پاکستان اور ہندوستان کے مابین آئندہ ہونے والی جنگ ''غزوۃ الہند'' کی ابتدا ہوگی۔ افغان مسلمان بھی غزوہ ہند میں لڑیں گے۔ غزوہ ہند کے بارے میں نبی کریم ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق مسلمانوں کو عظیم فتح نصیب ہوگی اور غزوہ ہند دنیا بھر میں غلبہ اسلام کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

دی فری میسنز (حصہ دوم)

مترجم .... آسیہ اعوان
دارالعرفان .... چکوال

(برطانیہ کے ایک عیسائی سکالر کی تحقیق اور کومنٹری پر مبنی انگریزی ڈاکومنٹری فلم کا اردو ترجمہ)

نوٹ :

''گزشتہ قسط یہود کو پوری دنیا پر قابض کرنے کا خواب دیکھنے اور اس کی تکمیل کے لئے ہر حربہ استعمال کرنے والی یہودی تحریک ''دی فری میسنز'' کے آغاز اور تعارف پر مشتمل تھی۔ اس قسط میں ان کے منصوبوں اور ان پر عملدر آمد کی صورتوں کا جائزہ شامل ہے۔''

آغاز حصہ دوم :

''بہر طور وہ اس حقیقت سے بھی واقف تھے کہ صرف جسم پر قابو پا لینے سے دماغ کو قابو میں نہیں لایا جاسکتا۔ اس کا توڑ ''دی میسنز'' نے یہ نکالا کہ اگر انہیں تمام دنیا پہ حکمرانی کرنا ہے تو اس کی ایک ہی صورت ہے کہ عوام کو قبضہ میں لیا جائے۔ ان کے مقاصد کی تکمیل اسی کے مرہون منت تھی۔ اس کے بل بوتے پہ وہ اپنے مقصد کے خلاف کسی بھی قسم کی مخالفت کو نظر انداز کر سکتے تھے۔

گویا جو چیز ان کے اس منصوبے کو کسی بھی فوج سے بڑھ کر نقصان پہنچا سکتی تھی وہ ایک آزادانہ سوچنے والا دماغ ہے (A free thinking mind)۔ اس خطرے سے چھٹکارا پانے اور حصولِ مقصد کے لئے ''دی میسن'' نے ایک ایسا منصوبہ بنایا جس کی مثال اس سے پہلے نہیں ملتی۔ ان کا منصوبہ یہ ہے کہ انسانی زندگی کے ہر پہلو کو کنٹرول کیا جائے۔

انسانی زندگی، یعنی آپ کی زندگی کے ہر پہلو کو کنٹرول کیا جاتا ہے اور اس کے لئے جو ہتھیار وہ استعمال کر رہے ہیں وہ ہے ''میڈیا'' جو آپ کے گھروں کے اندر آپ کو اور آپ کے بچوں کو انٹرٹین کر رہا ہے اور بہت آہستہ آہستہ آپ کے نظریت کو متاثر کر رہا ہے اور آپ یہ جانتے تک نہیں ہیں۔

آج کی دنیا میں لوگ زیادہ سے زیادہ وقت ماڈرن میڈیا سے جڑ کر گزار رہے ہیں۔ ٹی وی، سینما، کمپیوٹر گیمز، انٹرنیٹ، پاپ فکشن اور پاپ میوزک وغیرہ سب آپ کی زندگی کا لازمی جزو بن چکے ہیں ان کے ذریعے جانتے بوجھتے یا لاعلمی میں ہر روز بے پناہ معلومات آپ کے ذہن میں فیڈ کی جاتی ہیں۔ معاشرے سے متعلق معلومات، اخلاقیات اور آئیڈیلز سے متعلق معلومات، غلط اور صحیح کے مابین فرق، نیز سوسائٹی اور معیشت کو کس طرح ہونا چاہئے یہ سب ہر دن آپ کو سکھایا اور بتایا جاتا ہے۔

یوں یہ میڈیا کسی بھی فردِ واحد کے، دنیا اور اس میں موجود ہر چیز کے بارے میں خیالات و نظریات یا رائے کو واضح شکل دینے میں بہت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اب اگر کوئی بھی گروپ، انفارمیشن کی اس دنیا یعنی میڈیا پر مکمل غلبہ پالے تو اس کے ہاتھ میں تو پوری دنیا کی تمام آبادی کے نظریات کو اپنے طرزِ فکر کے مطابق ڈھالنے کی طاقت آجائے گی۔

اور یہ حقیقت ''دی فری میسن'' جانتے ہیں اور اس کا وہ جائز و ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ ''دی میسنز'' خصوصی طور پر انٹرٹینمنٹ انڈسٹری کو کبھی اعلانیہ اور کبھی خفیہ طور پر لوگوں کو اپنے اندازِ فکر میں ڈھالنے کے لئے استعمال کر رہے ہیں۔ گو اس کے لئے وہ طریقے تو بہت آزماتے ہیں لیکن ان کا مقصد ایک ہی ہے۔

اپنے عقیدے، اصول، آئیڈیالوجی اور مقاصد کو وہ اس طرح آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں جیسے آپ بھی انہی میں سے ہیں اور یہ سب خیالات آپ کے اپنے ہیں۔ میڈیا میں ان کی موجودگی کے کئی ثبوت ہیں جو بہت واضح ہیں۔ انٹرٹینمنٹ انڈسٹری میں ان کا عمل دخل کوئی نئی بات نہیں ہے۔

''ہیرلڈ'' جو کہ تاریخ کا بہت بڑا کمپوزر تھا (ایک فری میسن تھا)، ''ولف گنگ ایمنڈس موزارٹ'' بھی ایک فری میسن تھا جس نے ایک

www.naqshbandiaowaisiah.com

دھن ترتیب دی تھی جو "فری میسنز" کا کھلم کھلا اظہار تھی۔ اس کی دھن کی بنیاد ایک قدیم مصری دیو مالائی کہانی پر تھی۔ اور جیسا کہ پہلے بتایا جاچکا ہے کہ مصر کے قدیم دیو مالائی قصوں کے ملحدانہ عقائد جنہیں "قبالا" (ایک جادو) کی صورت میں جانا جاتا ہے پر ہی "فری میسنز" کی بنیاد رکھی گئی تھی اور مصر ہی کی کافرانہ اصل سے One Eye کا Symbol بھی لیا گیا ہے۔

"فری مسانک" کی موجودگی کی شہادت بہت آسانی سے موجودہ دور کے پاپ میوزک سے بھی لی جاسکتی ہے۔

"مائیکل جیکسن" جسے King of Pop اور سب سے بڑے اینٹرٹینر کے طور پر جانا جاتا ہے اور جس نے دنیا بھر میں سب سے زیادہ فروخت ہونے والے البم دیئے ہیں۔ اسے گرچہ بظاہر "دی فری میسن" کے ساتھ نہیں جوڑا جا سکتا لیکن اس کے البم "Dangerous" کے کور پر کچھ بہت دلچسپ فیچرز بنے ہوئے ہیں۔ اس پر "فری مسانک Symbol"، "One Eye" یعنی ایک آنکھ بنی ہوئی ہے اور اس پر ایک پانی کی جھیل بنی ہوئی ہے جس میں جلتے ہوئے شعلے ہیں۔ ایسے لگتا ہے کہ اگر کوئی جھیل میں داخل ہوگا تو دراصل وہ آگ میں داخل ہورہا ہے۔ اور اس کور پہ ایک گنجے سر والے آدمی کی بھی تصویر بنی ہوئی ہے۔ جس کا نام اہلسٹر کورالی ہے۔ جو پہلے ایک "فری میسن" تھا۔ اور پھر Satanist ہو گیا یعنی شیطان کی پوجا کرنے لگا۔ اس نے ایک کتاب بھی لکھی جس کا نام "The new law of man" ہے۔ اور جس میں اس نے لکھا ہے کہ ایک دن یہ کتاب قرآن کا متبادل ثابت ہوگی (نعوذ باللہ)۔

"فری میسنز" اور پراسرار شیطنت کے درمیان تعلق یہیں ختم نہیں ہو جاتا۔ بلکہ "مسانک" کے انڈر کنٹرول میوزک انڈسٹری شیطانی کلمات اور پیغامات سے بھری پڑی ہے اور وہ یہ پیغامات (یعنی جادوئی یا شیطانی کلمات) Back tracking کے ذریعے ساؤنڈ ٹریک پر ریکارڈ کر دیتے ہیں اور انہیں صرف تبھی سُنا جا سکتا ہے جب اس کیسٹ یا گانے کو Back words ری پلے کیا جاتا ہے۔ گانا جب Forwards چل رہا ہوتا ہے تو سننے والا اس بات سے بالکل بے خبر ہوتا ہے کہ کوئی ایسے کلمات یا پیغام بھی ساتھ ساتھ چل رہا ہے۔

اگرچہ بظاہر آپ اس سے بے خبر ہوتے ہیں لیکن انسان کا Sub- conscious mind (یعنی اس کا تحت الشعور) اس پیغام کو سن رہا ہوتا ہے اور سمجھ بھی۔ جس کے نتیجے میں طویل اور مستقل بنیادوں پر اس کے اثرات اس طرح سے ظاہر ہوتے ہیں کہ انسان کا رویہ اور قوتِ فیصلہ متاثر ہونے لگتے ہیں۔ بہت سی طرح سے Back tracking ہپناٹزم کی ہی ایک قسم ہے۔ جس کے ذریعے Brain washing کی جاتی ہے۔ اور اس کے علاوہ بھی اس میں بہت سی تباہ کن طاقت ہوتی ہے۔

اس سلسلے میں پہلی مثال مشہور زمانہ گلوکارہ میڈونا کے گانے کی پیش کی جاتی ہے جو اس کے ایک البم میں شامل ہے گانے کا ٹائٹل "Like a Prayes" ہے اور اس کو اگر Forwared یعنی نارمل انداز میں چلایا جائے تو گانے کے بول کچھ یوں ہیں۔

"جب تم میرا نام پکارتے ہو تو لگتا ہے جیسے مصروف دعا ہو۔ میں اپنے گھٹنوں پہ گر جاتی ہوں اور میں تمہیں وہاں لے جانا چاہتی ہوں جب رات آدھی گزر چکی ہو اور میں تب تمہاری طاقت کا اندازہ کر پاتی ہوں"

بظاہر یہ لگتا ہے کہ جیسے یوں دعائیہ انداز میں خدا کو مخاطب کیا جا رہا ہے مگر جب Back tracking کی جائے تو! Ohear A satin (میری دعا سن لو اے شیطان!) جیسے الفاظ واضح طور پر سُنے جاسکتے ہیں۔

اسی طرح "فری مسانک ون آئی" یعنی "فری میسن" کا Symbol "ایک آنکھ" بھی میڈونا کی ویڈیوز میں پایا جاتا ہے۔ جبکہ ایک ویڈیو میں تو یہ ایک آنکھ خود میڈونا کے ماتھے سے اُبھر رہی ہے۔ جبکہ اپنے ایک اور گانے کی ویڈیو میں وہ ایک تحریر پہ کھڑی ہوئی گا رہی ہے جب اس تحریر کا قریب سے معائنہ کیا گیا تو یہ عقدہ کھلا کہ وہ کوئی عام تحریر نہیں ہے بلکہ قرآن کی زبان عربی کی کوئی تحریر ہے۔

Back tracking کی ایک اور مثال گانے والے ایک مشہور گروپ "The Eagles" کی ہے اور گانا ہے "Hotel of

www.naqshbandiaowaisiah.com

"California" گانے کے بول کچھ یوں ہیں:

"کیا تمہیں شراب میں پڑی برف کے لطف کا احساس ہے۔ وہ کہتی ہے ہم سب اپنی اپنی تدبیر کے قیدی ہیں۔ اور اُدھر اپنے ماسٹر کے چیمبر میں وہ سب دعوت اڑا رہے ہیں۔ وہ اُسے اپنے تیز خنجروں سے گھائل تو کرتے ہیں لیکن وہ کبھی اس بلا کو مار نہیں سکتے"

اس گانے کی Back tracking کے دوران Yeah O Satin ! (اے عظیم شیطان !) با آسانی سُنا جا سکتا ہے۔ جبکہ گانا بذاتِ خود ایک ذومعنی کہانی ہے۔ "کیلفورنیا" کسی ہوٹل کا نام نہیں بلکہ یہ امریکہ میں ایک گلی کا نام ہے۔ اور یہ وہ خاص گلی ہے جس میں چرچ کا بنیادی ہیڈ کوارٹر ہے۔ یہاں چرچ سے مراد کوئی سا بھی چرچ نہیں ہے بلکہ یہ وہ چرچ ہے جسے بعض "The Church of Satin" یعنی شیطان کا چرچ کے نام سے جانتے ہیں۔

اس کا سربراہ اور بنیاد رکھنے والا اینٹانیسنز ڈی لیوی (Autonisonz De Leevi) تھا جو Stanic Bible کا مصنف ہے۔ اس تمام صورتِ حال سے یوں لگتا ہے جیسے اس چرچ کی تعلیمات انٹرٹینمنٹ انڈسٹری کی مشہورِ زمانہ شخصیات کے بنیادی عقائد کا اہم حصہ بن چکی ہیں۔

راک گروپس اور اس کے علاوہ دیگر کئی مشہور آرٹسٹس تک اس چرچ سے متاثر ہیں بلکہ بعض تو اس چرچ کے عقائد کو پروموٹ تک کرتے رہتے ہیں مثلاً "مائیک جیگر" جو Rolling stones گروپ کا ایک سنگر ہے اس چرچ کا اہم رکن ہے اور اس نے ایک گانا "Sympthy for the evil" بھی لکھا۔

یوں لگتا ہے کہ ابتداءً جو چیز ایک عیسائی تحریک کی صورت میں ابھری تھی بعد میں خود عیسائیت سے بھی منحرف ہو گئی اور اس میں Satanic elemente شامل ہو گئے۔

تمام تر انٹرٹینمنٹ انڈسٹری "فری میسنز" کی موجودگی کا پتہ دیتی ہے۔ کبھی سامنے آ کر اور کبھی خفیہ انداز میں، انہی کا ایجنڈا، ان کے عقائد اور آئیڈیلز پروموٹ کئے جاتے ہیں خصوصاً یہ چیز فلم انڈسٹری میں تو زیادہ واضح انداز میں دیکھی جا سکتی ہے۔ بڑی سکرین سے چھوٹی سکرین تک اور بہت بڑے بڑے بجٹ والی فلموں سے لے کر کارٹونز تک "دی میسن" نے کبھی کوئی موقع جانے نہیں دیا۔ کہ جب انہوں نے گلوبل گورنمنٹ کا اپنا پیغام پھیلایا نہ ہو۔

میٹ گرونگ جو کہ بے حد مشہور کارٹون "The simpsons" کا خالق ہے خود قبول کرتا ہے کہ وہ ایک انارکسٹ ہے، ایک باغی۔ میٹ گرونگ کھلے بندوں یہ بھی اعلان کرتا ہے کہ وہ چاہتا تھا کہ وہ اپنے کام کے ذریعے اپنے سیاسی نظریات کو عام کرے لیکن وہ یہ کام اس انداز میں کرنا چاہتا تھا کہ لوگ انہیں با آسانی قبول کر لیں۔ چنانچہ اس کام کے لئے اس نے جو ذریعہ اختیار کیا وہ ایک چالاک کارٹون ہے جسے "Simpson" کہتے ہیں۔

کبھی آپ نے غور کیا کہ The Simpsons ہمارے بچوں کو کیا سکھا رہے ہیں؟ ہمارے جانے بغیر بہت سے سبق ہمیں سکھائے اور پڑھائے جاتے ہیں مثلاً اتھارٹی کی تذلیل کرنا چاہئے، چاہے وہ ماں باپ کی ہو یا گورنمنٹ کی۔ اور بداخلاقی اور نافرمانی لوگوں کی توجہ حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہیں اور یہ کہ جہالت "Trendy" اور "Coal" ہے اور صاحبِ علم ہونے کا فیشن نہیں رہا۔

نوٹ: یہ کارٹونز جس جس نے بھی دیکھ رکھے ہوں گے وہ بخوبی جان گیا ہوگا کہ یہ تجزیہ کس قدر درست ہے۔ واقعی یہ کارٹون پروگرام یہی کچھ سکھاتا ہے اور یہ بچوں اور بڑوں میں یکساں مقبول ہے۔ اس میں دھوکہ دہی کے نئے سے نئے طریقے متعارف کرائے جاتے ہیں"

خاص طور پر جو بات بہت زیادہ پریشان کن ہے وہ اس کارٹون پروگرام کی ایک قسط ہے۔ جس میں مسانک نے اپنا خصوصی پیغام نشر کیا ہے۔ اس قسط میں The Simpsons میں سے باپ کا کردار جس کا نام "Homer" "The simpson" ہے ایک گروپ "Stone Cutters" کا جنونی حد تک قائل ہو جاتا ہے بلکہ اس گروپ کو اگر "دی فری میسنز" کہا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا۔ جب وہ اس گروپ کو جائن کر لیتا ہے تو اس کے ساتھی اس پر ایک برتھ مارک دیکھتے ہیں جس کی بنا پر باقی سب اس بات کے قائل ہو جاتے ہیں کہ وہ "Chosen One" ہے۔ (وہ کہتے ہیں)۔

"تم ہی ہو وہ Chosen One جس کی قدیم مقدس دستاویز میں پیشین گوئی کی گئی ہے اور تم ہی ہمیں عظمت کی بلندیوں تک لے جاؤ گے۔"

اپنی اس نئی نئی ملنے والی عزت کو ہضم نہ کر پاتے ہوئے "ہومر سمپسن سوچنے لگتا ہے کہ شائد وہ خدا ہے اور وہ کہتا ہے "میں ہمیشہ سوچا کرتا تھا کہ کیا خدا ہے، اور اب مجھے علم ہو گیا ہے کہ ہاں خدا ہے اور وہ میں ہوں"

شائد بعض لوگ یہ سوچتے ہوں کہ یہ بچوں کے کارٹونز سے بڑھ کر کچھ نہیں ہیں یا شائد تھوڑا سا Harmless Fun ہے لیکن اس کے اثرات جو دیکھنے والوں پر پڑتے ہیں وہ اسے پراپیگنڈہ کی بڑی موثر صورت بنا دیتے ہیں۔ لوگوں کو ان کے جانے بغیر اپنے اصولوں اور نظریات کا سختی سے پابند بنا لیا جاتا ہے اور اس بات کا اقرار خود اس کارٹون پروگرام کا خالق کر رہا ہے کہ وہ اپنے سیاسی نظریات کو مخفی انداز میں اپنے ناظرین کے اندر پراپیگیٹ کر رہا ہے۔ یوں بھی جو نظریات ٹی وی کے ذریعے پھیلائے جاتے ہیں وہ فلم اور سینما کی نسبت ناظرین کی کہیں زیادہ تعداد تک پہنچتے ہیں اور اسی میڈیا کے ذریعے ایک نیا نظریہ لوگوں میں روشناس کرایا جا رہا ہے، "the Concept of one Globel Leader"

"جوزف روڈیارڈ کپلنگ" جو اپنے ایک ناول "The Jungle Book" کے باعث عالمی شہرت یافتہ ہے بھی ایک "فری میسن" ہے اس نے ایک اور کتاب لکھی ہے جس کا نام "A man who would one day be A-King" ہے اس کتاب پہ بعد میں ایک بہت بڑے بجٹ کی فلم بنائی گئی۔ جس میں "شان کانری" "مائیکل چین" اور "سیڈ جیفری" جیسے نامور اداروں نے کام کیا۔ اس کتاب کی کہانی دو سپاہیوں سے شروع ہوتی ہے جو دور دراز کا سفر طے کر کے ایک ملک پہنچتے ہیں جو انڈیا کے کنارے واقع ہے یہ ایک ایسا ملک ہے جو کبھی اپنی دولت جو کہ سکندر اعظم کی تھی کے باعث بہت شہرت رکھتا تھا۔ وہاں پہنچتے پہ دونوں سپاہی اس جگہ کے مقامی باشندوں جو "کافر" کہلاتے ہیں کے ہاتھوں گرفتار ہو جاتے ہیں جنہیں "کافر" ان کے ملک "کافرستان" کی مناسبت سے کہا جاتا ہے۔ جب یہ دونوں قتل کئے جانے کے قریب ہوتے ہیں تو ان میں سے ایک سپاہی کے گلے میں ایک خاص ہار کی موجودگی کا پتہ چلتا ہے جس میں "سائنک کا سمبل ون آئی" کھدی ہوئی ہوتی ہے۔ اس کو دیکھتے ہی کافر اس سپاہی کو اپنا خدا سمجھنے لگتے ہیں اور اس کو ہمیشگی اور کبھی نہ ختم ہونے والا جیسی صفات سے منسوب کرتے ہیں۔

وہ آدمی خود کو پہلے بادشاہ کہلواتا ہے اور پھر اپنی نئی نئی طاقت کے نشے میں خدا بن بیٹھتا ہے۔ باقیوں کیلئے نہ سہی لیکن کم از کم مسلمانوں کے نقطہ نظر سے اس کہانی کی مماثلت بڑے دلچسپ انداز میں سامنے آتی ہے۔

مسلمانوں کی الہامی تعلیمات جن میں سے ایک "حدیث" کہلاتی ہے جو پیغمبر حضرت محمد ﷺ کی بہت سی پیشین گوئیوں کی بھی حامل ہے میں یہ پیشین گوئی بھی موجود کہ "کافروں" کے درمیان سے (کافر اسلام میں منکر یا بے دین کو کہتے ہیں) ایک آدمی اٹھے گا جو اپنی ایک آنکھ کے باعث پہچانا جائے گا اور جو (کافر) دنیا کا لیڈر بن جائے گا، وہ پہلے خود کو بادشاہ ظاہر کرے گا اور پھر خدائی کا دعویٰ کر دے گا اور بظاہر وہ ایک مخصوص وقت تک Immortal (کبھی نہ ختم ہونے والا) نظر آئے گا۔

اسی طرح ایک اور فلم میں گلوبل لیڈر اور گلوبل گورنمنٹ کا Concept اس سے بھی زیادہ شدت سے پراپیگیٹ کیا گیا ہے۔

1996ء میں فلم "Independence Day" نے باکس آفس کے تمام ریکارڈ توڑ ڈالے اور یہ دنیا بھر میں، تمام اوقات میں، ساتویں نمبر پر ہٹ ہونے والی فلم قرار پائی۔ اس کے نتیجے میں دنیا بھر کے ناظرین نے اس فلم کو دیکھا۔ فلم ایک فکشن سٹوری پر مبنی تھی۔ جس میں ایلین یعنی کسی دوسرے سیارے کی مخلوق زمین پر حملہ کر دیتی ہے جبکہ اس فلم کی تہہ میں جو پیغام چھپا ہے وہ "دی فری مسائنک" موجودگی کا پتہ دیتا ہے کہ یہ فلم بھی انہی کے ایجنڈے کے مطابق ہے۔

اس فلم میں ایک ملٹری بیس ہے جسے "ایریا 51" کا نام دیا گیا ہے یہاں سے ایلینز یعنی خلائی مخلوق کے خلاف کارروائی کا آغاز کیا جاتا

www.naqshbandiaowaisiah.com

ہے۔ جس پر تمام دنیا اور اس کے باسیوں کی بقا کا انحصار ہے اس کام کا آغاز ایک Paramid (اہرام) سے ہوتا ہے جس کے اوپر Symbol ون آئی کھدا ہوا ہے۔

یہ فلم U.S.A کو جوابی فوجی کارروائی کرنے کے سلسلے میں تمام دنیا کے سربراہ کے طور پر ظاہر کرتی ہے۔ ایک ایسا دفاع جس کا چلانے والا، نگران اور فیصلے کرنے والا فقط ایک آدمی ہے جو سب کا یعنی ساری دنیا کا لیڈر رہے۔

یہ فلم دراصل اس طویل سلسلے کی ایک کڑی ہے جس میں ٹیلیویژن پر ایلینز، یو ایف اوز اور خلائی مخلوق کے زمین پر حملے دکھا دکھا کر پوری دنیا کو خوفزدہ کیا جا رہا ہے اور اس کے ذریعے ایک ایسا مسئلہ جس کا کوئی وجود ہی نہیں ہے کے متعلق دھیرے دھیرے لوگوں کی دلچسپی پیدا کی جا رہی ہے۔ جو لوگوں میں اس ایشو پر فکرمندی پر منتج ہو رہی ہے۔ اور یہ اُن کے بہت طریقوں اور حیلوں میں سے ایک حیلہ ہے جو وہ "گلوبل گورنمنٹ" کی راہ ہموار کرنے کے لئے استعمال کر رہے ہیں۔

"دی فری میسنز" بہت سے طریقوں سے لوگوں کے دلوں میں خوف ڈال رہے ہیں اور اُن میں یہ سوچ پیدا کی جا رہی ہے کہ انہیں بڑے پیمانے پہ حفاظت کی ضرورت ہے اور انہیں اپنی بقا کے لئے ایک عظیم تحفظ چاہئے۔

ایک ایسی ضرورت جو صرف "World coalition government" کی صورت میں ہی پوری ہو سکتی ہے جو پوری دنیا کے انسانوں کے مفاد کی ضامن ہو۔

"میں اکثر سوچتا ہوں دنیا کے باہمی اختلافات کس قدر جلد ختم ہو جائیں اگر ہم پہ ایلین حملہ کر دیں۔ اور پوری دنیا کی سلامتی خطرے میں پڑ جائے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کیا ہم میں پہلے ہی سے ایلین فورسز موجود نہیں ہیں"۔ "جارج بش"

"دی میسنز" دنیا کو ایک گلوبل گورنمنٹ اور گلوبل سیکورٹی فورس کی اشد ضرورت پہ قائل کرنے اور ان کی رائے ہموار کرنے کے لئے جو داؤ پیچ استعمال کرتے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ دنیا بھر میں جرائم کا ریٹ انتہائی بلند ہونے دیا جائے۔ تا کہ لوگوں میں ذاتی اور ملکی سطح پر بدامنی اور انتشار کی کیفیت زور پکڑے۔

اِسی حکمتِ عملی کے تحت منشیات کا کاروبار حکومتی نظر میں کم ویلیو کا جرم ہے حالانکہ یہ دنیا کی بڑی ترین انڈسٹریز میں سے ایک ہے اور دنیا کے تقریباً سبھی ممالک ملکی اور بین الاقوامی سطح پر اس مسئلے سے نپٹنے کے لئے مصروفِ عمل ہیں۔

مثال کے طور پر امریکہ میں منشیات کا مسئلہ زور پکڑتا جا رہا ہے جس کے نتیجے میں جرائم کی شرح بہت بڑھ چکی ہے بلکہ خطرناک حد تک بڑھ چکی ہے۔ جس کی وجہ سے عوام کا مطالبہ ہے کہ اس کے خلاف سخت اقدامات اُٹھائے جائیں۔ جس کو بنیاد بنا کر حکومت اب اس بات کی مجاز ہے کہ وہ کھلا کھلا اور کبھی خفیہ انداز میں منشیات کے خلاف اقدامات کرے تا کہ لوگوں کو مطمئن کیا جا سکے یعنی امریکہ کی منشیات کے خلاف جنگ،

درحقیقت کچھ ایسے شواہد ہیں جو امریکہ کی اس جنگ میں کارکردگی اور مقاصد کو مشکوک بنا دیتے ہیں۔ عام تاثر یہ ہے کہ 1960ء میں اس وقت کے موجودہ FBI چیئرمین J.Edger Hoover نے افریقن امریکنوں کے درمیان جان بوجھ کر منشیات کی لعنت پھیلنے دی تا کہ کالوں کی کمیونٹی امریکن سوسائٹی میں پنپ نہ سکے۔

پھر 1980ء میں کمیونزم کے وسطی امریکہ میں غلبہ پا جانے کے خوف کے باعث بھاری رقم درکار تھی تا کہ کمیونزم کے خلاف بغاوتی تحریکیں چلائی جا سکیں اور اس کے پیشِ نظر CIA نے امریکہ میں منشیات کی تجارت کی اجازت دیئے رکھی۔

امریکن سنٹر Jack Blum جو کہ اس مسئلہ کے ضمن میں قائم ایک تفتیشی کمیونٹی کا حصہ تھا کا ایک انکشاف اس بات کی تصدیق کرتا ہے "FBI کی طرف سے 1960ء میں افریقن امریکن کمیونٹی کو زیر کرنے کے لئے منشیات کا استعمال کرنے کے لئے جو صفائی یا جواز دیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اس وقت کالوں کی بیداری دراصل کمیونسٹوں کی امریکیوں کو مغلوب کرنے کی چال تھی تا کہ ویت نام میں امریکہ کی جڑیں کھوکھلی کی جا سکیں۔"

1980ء کی "Counter wars" یعنی کمیونزم کی چالوں کے خلاف جوابی کارروائی میں "Scapegoats" یعنی فرضی ملزم پیدا

www.naqshbandiaowaisiah.com

کئے گئے اور امریکہ میں منشیات کے پھیلاؤ کا کمیونزم کو ذمہ دار ٹھہرایا گیا۔ اب جب کہ کمیونزم کے خطرے کا وجود بھی باقی نہیں رہا تب بھی امریکہ میں منشیات کی تجارت دن دوگنی رات چوگنی ترقی پا رہی ہے۔ اور بین الاقوامی سطح پر منشیات کی تجارت کا گراف بلند سے بلند تر ہو رہا ہے اور ساتھ ہی یہ سوال بھی زور پکڑتا جا رہا ہے کہ آخر کیوں؟

جارج بُش کا کہنا ہے کہ ''امریکہ نے جوابی کارروائی کے دوران ایک پالیسی کے تحت منشیات کے خلاف قانون کو روک دیا اور اس کی بجائے دوسری چیزوں کو ترجیح دی۔ لیکن اس سے منشیات کا کاروبار کرنے والوں کو امریکہ کے اندر نقل و حرکت میں مدد ملی بلکہ اس طرح منشیات کا کاروبار خوب پھولا پھلا۔ جس کے باعث (کمیونزم کے خلاف) جوابی تحریکوں اور جنگ کو بھرپور مدد ملی۔''

تاریخی اعتبار سے یہ بات مستند ہے کہ ''دی فری میسنز'' نے ہمیشہ اس طریقہ کار پہ عمل کیا ہے کہ ایک سوسائٹی کے اندر مسائل پیدا کئے اور پھر ان حالات و واقعات کو اپنے ایجنڈے کے حساب سے manipulate کیا منشیات کے بڑھتے ہوئے مسئلے سے انہوں نے یہ فائدہ اٹھایا کہ اس کے باعث اتھارٹیز کو حق مل گیا کہ وسیع پیمانے پہ سخت سے سخت اقدامات کر سکیں۔

پہلے ہی امریکہ اور لاطینی امریکہ میں منشیات کی وبا سے لڑنے کے لئے بڑے پیمانے پہ اقدامات کئے جا چکے ہیں۔ اور اس میں زیادہ دیر نہیں لگے گی جب گلوبل سطح پر ایسے حفاظتی اقدامات کی بات کی جائے گی یا اقدام کئے جائیں گے۔

حقائق کو تباہ کرنا اور من گھڑت اعداد و شمار پیش کرنا فری میسانک حکومتوں کا اصل ہتھیار ہے۔ ''دی فری میسنز'' کا ایک اور ہتھیار Surveillance technologies ہیں۔ (یعنی ہر شخص کی نقل و حرکت کی نگرانی کرنے والی ٹیکنالوجی) اس کے باعث سوسائٹی کے ہر شخص کی ہر حرکت مانیٹر، چیک اور ریکارڈ کی جا سکتی ہے۔

انفارمیشن ان کی اصل کنجی ہے۔ لوگوں سے متعلق جس قدر زیادہ معلومات ان کے پاس ہوں گی اسی قدر زیادہ اور درست طرح سے وہ ان کے عمل اور سوچ کا اندازہ لگا سکتے ہیں نیز اسی قدر آسانی سے ان کے خلاف سازباز کی جا سکتی ہے اور انہیں کنٹرول کیا جا سکتا ہے۔ دراصل ''دی فری میسنز'' ایک ایسی سوسائٹی تشکیل دے رہے ہیں جس میں Choice سوائے ایک سراب کے اور کچھ نہیں ہے آپ کی چوائس کو محدود کرنے کے لئے ٹیکنالوجی تو پہلے ہی سے وہاں موجود ہے۔ یوں بھی آپ کو جو چوائس نظر آ رہی ہیں وہ ایک چالباز ذہن کی پیداوار ہیں اور ایک خاص سمت میں جو کہ پہلے ہی سے متعین ہے کی طرف ڈھلنے والی ہیں۔

ہجوم کو کنٹرول کرنے کا مطلب ہے کہ زندگی کے ہر شعبے کو کنٹرول کرنا، آپ کی زندگی کے ہر شعبے کو!

دل دہلا دینے والے دہشت گردی کے واقعات، بڑھتے ہوئے جرائم اور تشدد کے بڑھتے ہوئے واقعات یہ سب فلم اور میڈیا کے تجویز کردہ ہیں اور ایسے ہی حکومتی رپورٹس بھی تاکہ عوام کی ہمدردیاں اور سخت اقدامات اور Surveilance Techniques کے لئے ان کی سپورٹس حاصل کی جا سکے۔ اس طریقے سے زیادہ سے زیادہ ٹیکنالوجی متعارف کرائی جا سکتی ہے اور مانیٹرنگ اور سرویلنس کا دائرہ بھی بڑھ سکتا ہے۔ تا آنکہ ہر فرد کو یہاں تک مانیٹر کیا جا سکے کہ سٹیٹ کی مجموعی آبادی ہی اس زمرے میں آ جائے۔

عوام کی رائے کو ایک مرتبہ پھر Manipulate کیا جا رہا ہے تاکہ ''دی میسنز'' کے ہر ایکشن کو اور زیادہ حق بجانب قرار دیا جا سکے اور وہ اپنا گول باآسانی حاصل کر سکیں۔

لوگوں کے ہجوم کو مانیٹر کرنے کے ذرائع اور سوسائٹی کے ہر فرد سے متعلق ذاتی معلومات کو ایک بہت بڑے Database پہ محفوظ کرنے کا بندوبست کرنے پہ پہلے ہی کام ہو رہا ہے۔ افراد کی Personal Information کو پلاسٹک (کارڈ) پر اتارنے کے لئے فوری اقدامات کئے جا رہے ہیں مثلاً بینک کی تفصیلات، ڈرائیونگ لائسنس انفارمیشن اور نیشنل انفارمیشن سے متعلق معلومات وغیرہ وغیرہ۔

حال ہی میں یہ معلومات ایک الگ کارڈ

باقی صفحہ نمبر 29 پہ ملاحظہ کریں

www.naqshbandiaowaisiah.com

مکتب طریقت

اقتباس از حیات طیبہ (سوانح حضرت مولانا اللہ یار خان)

مصنف .... ابوالاحمدین

ضلع سرگودھا کے ایک زمیندار مولوی محمد اکبر زمانہ طالب علمی سے حضرت جیؒ کے دوست تھے۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران لام بندی ہوئی تو وہ بھی فوج میں بھرتی ہو گئے لیکن تاریخ مقررہ پر رپورٹ نہ کی۔ وارنٹ جاری ہوئے تو گرفتاری سے بچنے کے لئے چک 13 خانیوال کا رخ کیا تا کہ پولیس کی پکڑ دھکڑ کے دوران حضرت جیؒ کے ہاں روپوش رہیں۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ کچھ ہی عرصہ پہلے حضرت جیؒ کی اہلیہ کا انتقال ہوا تھا اور ان کی تدفین کے بعد آپؒ بچوں کو لے کر چکڑالہ منتقل ہو چکے ہیں۔ مولوی محمد اکبر نے اب چکڑالہ کا رخ کیا۔ حضرت جیؒ سے تعزیت کے دوران تذکرہ کیا کہ وہ آپؒ کی اہلیہ محترمہ کی قبر پر بھی گئے تھے جہاں مشاہدہ ہوا کہ فرشتے انہیں اٹھائیسواں پارہ پڑھا رہے ہیں۔

آپؒ نے حیرت کا اظہار کیا:

''فرشتے اٹھائیسواں پارہ پڑھا رہے ہیں؟''

''میں نے قبر میں دیکھا، آپ سے تصدیق کرنا چاہتا تھا۔''

حضرت جیؒ نے فرمایا:

''بات تو ٹھیک ہے اٹھائیسواں پارہ پڑھتے ہی فوت ہوئی تھی۔''

اس واقعہ کا ذکر حضرت جیؒ کی ریکارڈ شدہ ایک کیسٹ میں محفوظ ہے جس کے بعد آپؒ وضاحت فرماتے ہیں:

''جو آدمی قرآن پڑھتے ہوئے فوت ہو گیا، مثلاً پندرھویں یا سولھویں سیپارے کے دوران فوت ہوا اور نجات ہو گئی تو فرشتے پورا کرا دیں گے، نجات شرط ہے۔ وہی سبق پڑھتے رہتے ہیں۔''

حضرت جیؒ نے اہلیہ کو شادی کے بعد قرآن پڑھانا شروع کیا تھا اور ابھی اٹھائیسواں پارہ مکمل نہ ہوا تھا کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ یہ بات صرف حضرت جیؒ کے علم میں تھی۔ اٹھائیسویں پارے کے متعلق یہ انکشاف باعثِ حیرت تھا۔ آپؒ نے یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد اپنے متعلق فرمایا:

''میں اس وقت حضرت صاحب کے حلقے میں نہ آیا تھا، پرانی بات ہے میں تو ان باتوں کو نہیں جانتا تھا، کشف قبور ہوتا ہے یا اس طرح کی کوئی بات ہوتی ہے۔ بس اس کے بعد میرے خیال بدل گئے، یہ چیز حاصل کرنی چاہئے۔'' تاں میں ہولے ہولے حضرت صاحب کی خدمت میں گیا۔''

حضرت جیؒ کا یہ ارشاد کہ ''اس کے بعد میرے خیال بدل گئے، یہ چیز حاصل کرنی چاہئے۔'' دراصل اظہار انابت تھا جو علوم باطنی کے حصول کے لئے پہلی شرط ہے۔ آپؒ کی والدہ ماجدہ کے خواب میں آپؒ کے لئے دو تھیلیاں عطا ہوئی تھیں، یعنی علوم ظاہر و باطن اور علوم ظاہری کی تکمیل کے لئے باطنی علم کا آغاز اب نوشتہء تقدیر کا اگلا ورق تھا۔

1942ء میں اہلیہ کی وفات کے بعد حضرت جیؒ نے چکڑالہ کی چٹی مسجد کو درس و تدریس اور علمی سرگرمیوں کا مرکز بنایا۔ اس دوران مزید علمی تحقیق کے لئے آپؒ نے علماء کرام اور اساتذہ سے روابط کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ حضرت جیؒ اپنے اساتذہ کرام میں سے چک نمبر 10 شمالی (سرگودھا) کے استاذ محترم کا خاص طور پر ذکر فرمایا کرتے کہ وہ بہت فاضل اور انتہائی سادہ تھے اور آپؒ کو ان سے بہت انس تھا۔ زمانہء طالب علمی میں ان کے بیٹے بھی حضرت جیؒ کے ہم مکتب رہ چکے تھے۔ آپؒ چک نمبر 10 آتے تو یہاں کئی روز قیام فرماتے اور ساتھ ہی علمی تحقیق کا سلسلہ بھی جاری رہتا۔

ایک مرتبہ یہاں قیام کے دوران حضرت جیؒ کے استاذ محترم کے بیل چوری ہو گئے۔ اس علاقے کا مخدوم خاندان اپنی علم دوستی اور خدمت خلق کے لئے مشہور تھا چنانچہ مشورہ ہوا کہ بیلوں کی بازیابی کے لئے مخدوم حضرات سے رابطہ کیا جائے۔ حضرت جیؒ اپنی تعلیم کے ابتدائی دور میں کچھ عرصہ لنگر مخدوم میں بھی گزار چکے تھے اور اس علاقے سے خوب واقف تھے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

بیلوں کی تلاش کی مہم حضرت جیؒ کے سپرد ہوئی تو آپؒ لنگر مخدوم روانہ ہو گئے۔

اِنِّیْ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْ اٰتِیْکُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ

مجھے آگ نظر آئی ہے شاید میں وہاں سے کچھ خبر لاؤں یا آگ کا انگارا لے آؤں۔ (القصص۔29)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس وقت کیا خبر تھی کہ بظاہر آگ کی تلاش وصلِ الٰہی کا سبب بن جائے گی۔ اسی طرح حضرت جیؒ کا بیلوں کی تلاش میں نکلنا دراصل راہ سلوک پر اٹھنے والا پہلا قدم تھا جس کی منزل بھی وصالِ باری تعالیٰ ہے۔ بظاہر یہ ایک عام سا واقعہ تھا جو آپؒ کی زندگی کا اہم ترین موڑ ثابت ہوا۔ حضرت جیؒ کے لنگر مخدوم کی سمت اٹھنے والے قدموں کے ساتھ ہی ایک نئے باب کا آغاز ہوا جو نہ صرف آپؒ کی زندگی میں وصالِ باری تعالیٰ کی روشنیاں بکھیر گیا بلکہ یہ واقعہ اللہ تعالیٰ کے ان لاکھوں بندوں کی تقدیریں سنورنے کی تمہید بھی تھا جن تک حضرت جیؒ کی وساطت سے یا آپؒ کے شاگردوں کے ذریعہ یہ دولت پہنچنا تھی۔

حضرت جیؒ کی زندگی میں یہ واقعہ کب پیش آیا؟ اس ضمن میں بعض تحریروں میں 1936ء یا 1937ء کا ذکر ملتا ہے جو آپؒ کے حالات زندگی کی زمانی ترتیب کے مطابق درست نہیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب حضرت جیؒ کی شادی کو تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا اور آپؒ اہلیہ اور نومولود بیٹی کے ہمراہ چک 13 خانیوال میں درس و تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ 1939ء میں بیٹے کی پیدائش ہوئی اور 1942ء میں اہلیہ کا انتقال ہوا جو خانیوال کے اسی چک میں آسودہ خاک ہیں۔ اس زمانے میں حضرت جیؒ کا بیوی بچوں کو ایک دور افتادہ چک میں اکیلے چھوڑ کر لنگر مخدوم میں مسلسل تین سالہ قیام، جوان روایات کے مطابق 1937ء سے 1940ء کا دور ہونا چاہئے، قرائن اور واقعات کے لحاظ سے ممکن ہی نہیں۔

حضرت جیؒ کی زندگی کے اس اہم ترین واقعہ کے درست سن کے تعین کے لئے حضرت جیؒ کی ریکارڈ شدہ گفتگو، جو اس بات کے شروع میں مذکور ہے، قول فیصل کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپؒ نے واضح طور پر فرمایا تھا کہ جب اہلیہ کی وفات ہوئی، اس وقت تک آپؒ حضرت صاحبؒ کے حلقہ میں نہ آئے تھے۔ اس دور کا تذکرہ کرتے ہوئے آپؒ نے چار عالمی واقعات کا بھی ذکر فرمایا تھا:

''دوسری جنگ عظیم میں جرمنی کا فرانس پر حملہ، میزولائن اڑائی، برطانیہ فرانس کی مدد کے لئے آیا اور ہندوستان میں عام لام بندی کے ذریعے لاکھوں فوجیوں کی روانگی''

میزولائن عبور کرنے اور فرانس پر جرمنی کا حملہ وسط 1941ء کے واقعات ہیں جبکہ ہندوستان سے فوجیوں کی وسیع پیمانے پر نقل و حرکت اکتوبر 1941ء سے شروع ہو کر مارچ 1942ء میں مکمل ہوئی۔ حضرت جیؒ فرماتے ہیں۔'' تاں میں ہولے ہولے حضرت صاحبؒ کی خدمت میں گیا۔'' حضرت جیؒ کی اس ریکارڈ شدہ روایت کے مطابق آپؒ کی زندگی میں تصوف کا آغاز 1942ء میں ہوا۔

بیلوں کی تلاش میں حضرت جیؒ لنگر مخدوم پہنچے اور مخدوم شیر محمد سے آنے کا مدعا بیان کیا۔ حسب توقع ان کی طرف سے مثبت جواب ملا۔ مزید پیش رفت کے لئے وقت درکار تھا چنانچہ آپؒ گاؤں کے چوپال میں چلے آئے۔ اس زمانے میں گاؤں کا چوپال مرکزی نشست گاہ ہوا کرتا تھا۔ دوپہر کے وقت لوگ آرام بھی کرتے اور گپ شپ بھی جاری رہتی۔ عجیب زمانہ تھا کہ دیہات کے چوپالوں میں بھی دینی مسائل زیر بحث آتے۔

حضرت جیؒ لنگر مخدوم کے چوپال میں پہنچے تو وہاں ایک بڑا نازک دینی مسئلہ زیر بحث تھا، سماع موتی اور برزخی زندگی۔ حضرت جیؒ ابھی تک سماع موتی کے قائل نہ ہوئے تھے اور وہاں زورِ استدلال کچھ اس نہج پہ تھا، چنانچہ آپؒ بھی گفتگو میں شریک ہو گئے۔ چوپال کے ایک گوشے میں اس بحث سے بظاہر لاتعلق ایک بزرگ محو استراحت تھے لیکن سماع موتی کے انکار میں جب بات بہت آگے نکل گئی تو وہ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ احتراماً سبھی خاموش ہو کر ان کی طرف متوجہ ہوئے تو وہ فرمانے لگے:

''آپ کہتے ہیں مردے سنتے نہیں، میں آپ کو کیسے سمجھاؤں کہ مجھ سے تو وہ باتیں کرتے ہیں۔''

www.naqshbandiaowaisiah.com

یہ سنتے ہی حضرت جیؒ نے حیرت زدہ ہوکر پوچھا :

''کیا فرمایا، آپ سے باتیں کرتے ہیں؟''

انہوں نے جواب دیا :

''ہاں بیٹا مجھ سے تو باتیں کرتے ہیں''

اس پر حضرت جیؒ نے عرض کیا :

''کیا آپ ہمیں بھی ان کی باتیں سنوا سکتے ہیں؟''

انہوں نے فرمایا :

''کیوں نہیں''

کیا واقعی یہ بزرگ اہل برزخ سے بات کروا سکیں گے؟ کیا یہ ممکن ہے؟ یقین نہ آ رہا تھا کہ ایسا ہو سکے گا لیکن بات اب قیل و قال اور دلیل سے آگے عملی ثبوت تک جا پہنچی تھی۔ وہ بزرگ اعتماد کے ساتھ اپنی جگہ سے اٹھے، حضرت جیؒ کو ساتھ لیا اور آبادی سے کچھ دور درختوں کے ایک جھنڈ کی طرف روانہ ہوئے۔ درختوں کے سائے میں مٹی کے ٹیلہ پر ایک کچی قبر تھی۔ یہاں پہنچ کر صاحب قبر کو مسنون سلام کیا، حضرت جیؒ کو اپنے ساتھ قبر کے سامنے بیٹھنے کی ہدایت کی اور خود مراقب ہو گئے۔ اب وہ بزرگ کسی اور ہی عالم میں ڈوبے ہوئے تھے اور ادھر گومگو کی وہی کیفیت، یقین نہیں آ رہا تھا کہ صاحب قبر سے گفتگو ہو سکے گی۔ حضرت جیؒ اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے اکثر فرمایا کرتے:

''کچھ مارنے گئے''، یعنی شغلاً گئے، محض پرکھنے کے لئے، اس وقت تک عقیدت و ارادت کی صورت نہ تھی۔''

اچانک سکوت ٹوٹا اور وہ بزرگ گویا ہوئے :

''حضرت (صاحب قبر) پوچھتے ہیں، مولوی صاحب امتحاناً آئے ہیں یا ارادتاً؟''

تجسس اور امتحان! یہ حالت تو دل کی تھی لیکن اس ایک سوال نے دل کی حالت ظاہر کر دی اور سوال بھی ایسا کہ دل میں پیوست ہو گیا۔ کیا نیت لے کر آئے ہو؟ وہی پاؤ گے جس کی طلب ہے۔ کیا امتحان مقصود ہے جو ایک مشق لا حاصل ہے یا ارادت کا کشکول لائے ہو جسے بھرنا مطلوب ہے؟

بندوں کے دل رحمٰن کی دو انگلیوں میں ہیں، وہ جس طرف چاہتا ہے ان کو پھیر دیتا ہے۔ حضرت عمرؓ شمشیر بکف حالتِ کفر میں گھر سے نکلے تو دل میں پیغمبر اسلام ﷺ کے قتل کا ارادہ تھا لیکن بہن سے قرآنِ حکیم کی تلاوت سنی تو دل کی حالت بدل گئی۔ حبیب کبریا ﷺ کی محفل میں پہنچے اور وہیں کے ہو رہے۔ جب گئے تھے تو دل میں کفر کی حمیت لیکن پلٹے تو دل ایمان سے لبریز۔

حضرت جیؒ کے ساتھ بھی اس وقت کچھ ایسا ہی معاملہ پیش آیا۔ گئے تو تھے ''کچھ مارنے'' شغلاً اور امتحاناً لیکن ایک ہی سوال کے ساتھ دل کی حالت بدل گئی۔ فوراً عرض کیا:

''ارادتاً حاضر ہوا ہوں۔''

ارادت نام ہی خود سپردگی کا ہے۔ کہاں حضرت جیؒ کے ہاں علمی مباحث، خود اعتمادی اور مناظرانہ رنگ اور کہاں اب مکمل خود سپردگی اور سمع و اطاعت!

ارشاد ہوا :

''مولوی صاحب، کوئی نئی زبان سیکھنے کے لئے ایک وقت چاہئے اور دوسرے محنت کی ضرورت ہے۔ یہ حال تو دنیا کی زبانوں کا ہے اور وہ زبان جو آپ سیکھنا چاہتے ہیں وہ برزخ کی زبان ہے۔ وہ جہاں اور ہے، وہاں کی زبان لفظی نہیں، نفسی ہے۔ کیا آپ اس کے لئے وقت دے سکتے ہیں اور محنت کا دم خم ہے؟''

ارادت کی دنیا میں ردّ و کد کی گنجائش کہاں؟ یہاں تو حالت پہلے ہی بدل چکی تھی، بلا تامل خود کو پیش کر دیا۔ حضرت مولانا عبدالرحیمؒ نے ذکر شروع کیا تو حضرت جیؒ آنکھیں کھولے بیٹھے رہے۔ جب مسجد نبوی ﷺ کا مراقبہ شروع ہوا تو مولانا عبدالرحیمؒ کی زبان سے بے ساختہ نکل گیا :

''جس کا انتظار تھا وہ آ گئے۔''

مراقبہ ختم ہوا تو حضرت جیؒ نے دریافت کیا :

''آپ نے ابھی کیا فرمایا تھا؟''

حضرت مولانا عبدالرحیمؒ کو کچھ یاد نہ تھا، لاعلمی ظاہر کر دی۔ حضرت جیؒ کے لئے یہ جواب باعث حیرت تھا۔ عالم تھے، فوراً سمجھ گئے کہ مراقبات میں پیش آنے والی واردات کا تعلق ایک اور ہی دنیا سے ہے۔ اب علم کا ایک نیا باب کھلا اور وہ طالب علم، جو ظاہری تعلیم مکمل کر چکا تھا، مکتب طریقت میں ایک نو وارد طالبعلم کی حیثیت سے نئے سبق کا آغاز کرتا ہے۔ یہ مکتب عشق ہے اور ذکر اسم ذات سبحانہٗ وتعالیٰ یہاں کا

www.naqshbandiaowaisiah.com

پہلا سبق۔

ذکر اسم ذات :

اللہ تعالیٰ کے ننانوے صفاتی ناموں کا ذکر قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ میں ملتا ہے لَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی۔ یہ اس کے لئے خوبصورت نام ہیں لیکن اس کا ذاتی نام ایک ہی ہے، اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ۔ قرآنِ حکیم میں اسم ذات کا تعارف جس نسبت سے کرایا گیا ہے، اس کے پس منظر کو سمجھنے کے لئے چشم تصور سے ماضی کے دریچوں میں ایک نگاہ ڈالتے ہیں۔

غارِ حرا کی تنہائیاں اور حبیب کبریا ﷺ کے شب و روز، اس عالم کا تصور محال، صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ جب پیمانۂ شوق و وارفتگی لبریز ہونے کو تھا تو رب کائنات کے حکم سے حجابات اٹھنے لگے اور بارگاہ جلالت مآب سے اس کے پیامبر کے ذریعے غارِ حرا کے مکین ﷺ کو پہلا پیغام ملتا ہے :

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ

پڑھیئے اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا (العلق۔1)

ابتداءِ سخن تعارف کے ساتھ اور اس تعارف کا واسطہ خود آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس قرار پائی۔ روح الامین کی آمد اور نزول وحی کے ساتھ یہ حقیقت تو بے حجاب ہوگئی کہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ ؓ کے حریم ناز، غارِ حرا کے مکین اور مکہ والوں کے امین، حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں، ازل تا ابد، سرورِ انبیاء اور ختم رسل ﷺ۔ لیکن تعارف کا یہ انداز بھی کیا خوب ہے۔

"پڑھیئے اس نام کے ساتھ جو آپ ﷺ کے رب کا نام ہے۔"

رب کے نام سے تو عرب کا بچہ بچہ واقف تھا لیکن اب پہچان کا واسطہ آپ ﷺ ٹھہرے۔ وہ اللہ جو آپ ﷺ کے رب کا نام ہے۔ یہ تھا غارِ حرا کا درسِ اول، اللہ تعالیٰ کا تعارف آقائے نامدار ﷺ کے واسطے سے۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ ....اور اس کے ساتھ نزول وحی کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ کچھ عرصہ بعد اسی مبارک نام کے حوالے سے ایک اور حکم ملتا ہے۔

وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلاً o

اپنے رب کے نام کا ذکر کریں سب سے منقطع ہوکر (المزمل۔8)

اللہ اللہ کی تکرار کریں اور اس قدر تکرار کریں کہ اس ذکر میں محویت کی کیفیت حاصل ہو جائے۔ یہ خطاب براہ راست آپ ﷺ سے ہے۔ آقائے نامدار ﷺ کے اس ذکر کی صورت اور تبتّل کی کیفیت کیا ہوگی؟ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ اس کیفیت کو ان الفاظ میں بیان کرتی ہیں۔ کان یذکر اللہ علی کل احیانہ۔ کہ آپ ﷺ ہر آن اللہ کا ذکر کرتے ہیں یعنی ذکر کی مستقل حالت، ذکر دوام۔

زبان سے کچھ دیر اللہ اللہ کہنا ذکرِ لسانی کہلاتا ہے جو صرف ان ساعتوں پر موقوف ہوگا جب زبان ذکر الٰہی میں مصروف ہو لیکن ذکر دوام ایک مستقل کیفیت ہے جو اس وقت حاصل ہوتی ہے جب اللہ کا نام نہاں خانہ دل میں اتر جائے۔ قلب اللہ اللہ کرنا شروع کر دے اور پھر یہ ذکر قلب کا مستقل وظیفہ بن جائے۔ اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے دل کی ہر دھڑکن میں اللہ کا ذکر ہو۔

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِهِمْ

جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے ہوئے (آل عمران۔191)

یعنی کوئی ساعت ذکر الٰہی سے خالی نہ ہو اور یہ بجز ذکر قلبی ممکن نہیں۔ اسی ذکر کی بابت ارشاد ہوا۔

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ o

اور سن لو کہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے دل مطمئن ہوتے ہیں (الرعد۔28)

قلب :

جسم انسانی میں دل گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جو حیات جسمانی کو رواں دواں رکھتا ہے۔ خون کی ترسیل کا ایک چھوٹا سا پمپ جس کی حرکت سے رگوں میں خون موجزن ہے اور جب یہ رک جائے تو زندگی کا سفر تمام ہو جاتا ہے۔ جس طرح بدن کے اعضاء رئیسہ میں دل سب سے اہم عضو ہے اور ہر جاندار کی حیات اسی کی حرکت کی رہینِ منت ہے، اسی طرح جب روح کی بات ہوگی تو یہاں دل کے بجائے قلب مراد ہے جو روح کے اعضائے رئیسہ یعنی قلب، روح

www.naqshbandiaowaisiah.com

سری، خفی اور اخفیٰ میں سے ایک اہم ترین ہے۔ قرآن حکیم میں قلب کا ذکر ایک دوسرے پیرایہ میں فرمایا گیا ہے۔ وہ قلب جو لطیفہء ربانی ہے، جو سنتا ہے اور دیکھتا ہے حالانکہ سمع و بصر کانوں اور آنکھوں کے فعل ہیں۔ وہ قلب جو باشعور ہے، تفقہ اور تدبر کرنے والا، جو ایمان کا مخزن ہے۔ جب منور ہوتا ہے تو اس کے سامنے سورج کی چمک ماند پڑ جاتی ہے۔ وہ قلب جو اللہ تعالیٰ سے کلام کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا گھر بن جاتا ہے۔ یہی قلب جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اتر آئے تو زنگ آلود ہو جاتا ہے اور نافرمانی اگر اس قدر بڑھ جائے کہ کفر کی حدوں کو پار کرنے لگے تو اس پر مہر لگ جاتی ہے۔

یہ سب افعال محض گوشت کے لوتھڑے کے نہیں ہو سکتے۔ بات جب اس قلب کی ہوگی جو تجلیاتِ باری تعالیٰ کو وصول کر سکتا ہے، جو برکاتِ نبوی ﷺ کا امین بن سکتا ہے تو اس سے مراد گوشت اور رگوں سے لطیف اور مادی آلات کی گرفت سے ماوری لطیفہء قلب ہوگا۔ قلب کا مقام جسمِ انسانی میں بظاہر وہ گوشت کا لوتھڑا ہی ہے جو جوف سینہ میں بائیں سمت ہمہ وقت متحرک رہتا ہے لیکن اس کا مکین وہ لطیفہء قلب ہے جو محشر کے بازار میں کام آنے والا واحد سکہ ہے۔

• یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ" وَلَا بَنُوْنَ o اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ o

جس دن نہ مال ہی کچھ فائدہ دے سکے گا نہ بیٹے۔ ہاں جو شخص اللہ کے پاس قلب سلیم لے کر آیا وہ بچ جائے گا۔

(الشعرآء۔89-88)

آقائے نامدار ﷺ کے الفاظ میں:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ فِی الْجَسَدِ لَمُضْغَةً" اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَا الْجَسَدُ كُلُّهُ اَلَاوَ هِیَ الْقَلْبُ

"حضور ﷺ نے فرمایا، جسم انسانی میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے۔ اگر وہ ٹھیک ہوگیا تو سارا جسم درست ہوگیا اور اگر وہ بگڑا تو سارا جسم بگڑا، سنو! وہ قلب ہے۔"

جب قلب بن جائے تو انسان سنور جاتا ہے جب یہ بگڑ جائے تو قسمت بگڑ جاتی ہے اور انسان کے بدن سے وہ اعمال سرزد ہونے لگتے ہیں جو سراسر بگاڑ ہوتے ہیں۔ قلب بنتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ، یہ سنورتا ہے تو صرف اس کی یاد کے ساتھ، یہ منور ہوتا ہے تو تجلیاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ یہاں تک کہ اس کی ہر دھڑکن، اس کی چاہت، سبھی جذبے اور محبتیں اللہ تعالیٰ کے لئے وقف ہو جاتی ہیں۔

نہ غرض کسی سے نہ واسطہ مجھے کام اپنے ہی کام سے
تیرے ذکر سے تیرے فکر سے تیری یاد سے تیرے نام سے

یہ کیفیت تب نصیب ہوتی ہے جب لطیفہء قلب جاری ہو جائے جس کا واحد ذریعہ ذکر قلبی ہے۔

ذکر قلبی :

ذکرِ قلبی مکتب طریقت کا پہلا سبق ہے اور حضرت جی ؒ کا یہ مکتب بھی کیا خوب تھا۔ دریائے چناب کے غربی کنارے، موٹروے کے پل سے جنوب کی سمت آٹھ کلومیٹر کے فاصلہ پر اس زمانے میں کیکر اور پھلاہی کے درختوں کا ایک گھنا جھنڈ تھا۔ اس کے پہلو میں دریا کی پرانی گزرگاہ جو سیلاب کے دنوں پانی سے بھر جاتی اور پھر ایک وسیع و عرض تالاب کی صورت سال بھر یہ پانی موجود رہتا۔ درختوں کا یہ جھنڈ چند سال پہلے تک باقی رہا لیکن اب یہ علاقہ زیرِ کاشت آ چکا ہے البتہ تالاب اب بھی موجود ہے۔ اسی تالاب کے کنارے مٹی کے ٹیلہ پر درختوں کے سائے میں ایک کچی قبر تھی جو حضرت جی ؒ کا مکتبِ طریقت تھا۔ علوم ظاہری کے بعد اب یہاں ایک نئے سبق کا آغاز ہو رہا ہے۔

طریقہ ذکر :

ذکرِ اسم ذات بطریق پاس انفاس

یعنی ذکر اسم ذات اللہ اللہ قلب میں کیا جائے لیکن اس تسلسل کے ساتھ کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ مکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ہر سانس کی آمد و رفت پر اس طرح گرفت ہو کہ ہر داخل ہونے والے سانس کے ساتھ اسم ذات اللہ دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والے سانس کے ساتھ قلب پر "ھو" کی چوٹ لگے۔ اس طرح سانس کی آمد و رفت کے ساتھ قلب میں "اللہ ھو" کا ذکر ایک تسلسل کے ساتھ شروع ہو جائے۔ ابتداء میں شعوری طور پر ہر سانس کی نگرانی کی جائے تاکہ اس کے ساتھ قلب میں "اللہ ھو" کا ذکر

www.naqshbandiaowaisiah.com

جاری ہو جائے۔ سانس کی نگرانی کے اس عمل کو پاس انفاس کہتے ہیں۔ ذکر کے دوران سانس تیزی اور قوت سے لیا جائے اور ساتھ ہی جسم کی حرکت جو سانس کے تیز عمل کے ساتھ خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو، توجہ قلب پر مرکوز رہے اور ذکر کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

قوت اور تیزی کے ساتھ کچھ دیر ذکر کرنے کے بعد اب پھر سانس طبعی طور پر لیا جائے لیکن توجہ بدستور قلب پر مرکوز رہے۔ پاس انفاس کی صورت اس حال میں بھی برقرار رہے یعنی کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ کچھ دیر شعوری طور پر ''اللہ ھو'' کے اس ذکر کے بعد محسوس ہوگا کہ اب قلب خود بخود سانس کی آمد و رفت کے ساتھ ''اللہ ھو'' کہہ رہا ہے، گویا اسے جو سبق دیا گیا تھا اب وہ خود بخود اسے دہرا رہا ہے۔ چند یوم صبح شام مسلسل ذکر کے بعد ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ ذکر اسمِ ذات یعنی اللہ شعوری اور غیر شعوری، ہر دو حالت میں قلب کا مستقل وظیفہ بن جائے گا۔ ذکر کی یہ کیفیت ذکر دوام کہلاتی ہے اور صوفیاء کی اصطلاح میں اسے قلب کے جاری ہونے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ قلب کا جاری ہو جانا صرف محنت اور مجاہدوں پر موقوف نہیں۔ یہ ایک کیفیت ہے جس کے حصول کے لئے اہل اللہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنا ضروری ہے۔

حضرت جیؒ بھی اس پکی قبر کے پہلو میں بیٹھے ذکر قلبی سے طریقت کے درس اول کا آغاز کرتے ہیں۔ وہ بزرگ آپؒ کے ساتھ دائیں طرف بیٹھے ہیں اور مسلسل ذکر کروا رہے ہیں، ''اللہ ھو، اللہ ھو، اللہ ھو'' بطریق پاس انفاس لیکن اس عمل کے دوران صاحبِ قبر، جن کا تفصیلی ذکر آگے آ رہا ہے، شاگرد رشید کے قلب باصفا پر توجہ فرما رہے ہیں۔ اس سارے عمل میں توجہ ہی وہ موثر اور فیصلہ کن حیثیت رکھتی ہے جس کے بارے میں بجا طور پر کہا گیا :

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

توجہ :

غارِ حرا کا پہلا سبق تھا، اقــــراء یعنی پڑھو لیکن آقائے نامدار ﷺ نے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کو جواب دیا، مــا انــا بـقــاری۔ (میں پڑھا ہوا نہیں ہوں) حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو سینے سے لگا کر زور سے بھینچا اور کہا، اقـــراء۔ جواب اس مرتبہ بھی وہی تھا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک بار پھر آپ ﷺ کو سینے سے لگا کر زور سے بھینچا اور کہا، اقـــراء لیکن جواب اس مرتبہ بھی وہی ملا یعنی مـا انـا بقاری، حتیٰ کہ جبرائیل امین علیہ اسلام نے تیسری مرتبہ آپ ﷺ کو سینے سے لگا کر خوب زور سے بھینچا اور اس کے بعد اِقْرَاْ سے مَالَمْ یَعْلَمْ پیامِ حق کی ترسیل مکمل کی۔

یہ تھی پہلی وحی! تین مرتبہ سینے سے لگا کر بھینچنے کے متعلق مفسرین کرام نے کمال ادب اور احتیاط سے کلام کرتے ہوئے اعتراف کیا ہے کہ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال یعنی اللہ تعالیٰ ہی حقیقت حال کا علم رکھتے ہیں لیکن اسی سنت کے مطابق اہل اللہ کے ہاں تین بار توجہ دینے کا عمل ملتا ہے۔

توجہ وہ قوت یا تصرف ہے جس کے ذریعہ مکتبِ طریقت کے مبتدی طالب علم کے قلب کو اخذِ فیض کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔ عقل و دانش کے پیمانوں سے تصوف و سلوک کے اسباق کا احاطہ ممکن نہیں۔ اس مکتب کا طالب علم قلب ہے جو القائی اور انعکاسی عمل کے ذریعہ یہاں کے اسباق لیتا ہے۔ توجہ کا منبع قلب شیخ ہوتا ہے اور اس کا نقطہ ارتکاز سالک کا قلب۔ تین بار توجہ کے ذریعہ سالک کے قلب میں وہ صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ راہِ سلوک پر اپنے سفر کا آغاز کر سکے۔ شیخ کامل ہوگا تو اس کی توجہ میں قلوب کو متاثر کرنے کی صلاحیت ہوگی جو ماوشما کا کام نہیں۔

ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ

یہ عطائے الٰہی ہے جس کو چاہے عطا فرما دے۔ (المائدہ۔ 54)

توجہ کا مقصد اصلاحِ باطن ہے لیکن شیخ کامل کی توجہ سے مستفید ہونے کے لئے قلب کا طالب ہونا بھی ضروری ہے۔ انابت سے محروم قلب کے لئے شیخ کامل کی توجہ بھی پتھریلی چٹان پر برسنے والی بارش کی طرح بے اثر ثابت ہوتی ہے۔

شیخ کی یہ باطنی قوت یا توجہ دراصل صحبتِ برکاتِ نبوی ﷺ کی ایک انعکاسی جھلک ہے۔ ایمان کے ساتھ جو شخص بھی صحبت

نبوی ﷺ میں حاضر ہوا، اِک نگاہ کے ساتھ برکاتِ صحبت اس کے قلب میں اتر گئیں اور وہ ولایت کے بلند ترین مقام، صحابیت پر فائز ہوا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی نگاہِ پُر اثر سے تابعین ؒ بنے اور پھر تابعین ؒ کی نگاہ سے تبع تابعین ؒ کی جماعت تیار ہوئی۔ اس کے بعد اہل اللہ کے ذریعہ یہ ولایت بٹتی چلی گئی۔ جس کسی نے بھی برکاتِ صحبتِ نبوی ﷺ کے منبع سے جاری کسی بھی دھارے سے رابطہ جوڑا، اسے اس کی استطاعت کے مطابق یہ برکات نصیب ہوئیں۔ برکاتِ صحبت نبوی ﷺ کی ترسیل کے یہ مختلف دھارے سلاسلِ تصوف کہلاتے ہیں۔

سلاسل تصوف :

آج باطنی ترتیب کے جس مکتب کی بات کریں، خواہ وہ نقشبندی ہو یا قادری، چشتی ہو یا سہروردی، اس کے پیچھے اہل اللہ کا ایک سلسلہ تواتر کے ساتھ نظر آتا ہے۔ اصل منبع فیض آقائے نامدار ﷺ کی ذاتِ اقدس ہے جن کی ایک نگاہ سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے قلوب منور ہوئے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم سے برکاتِ نبوی ﷺ تابعین ؒ کے قلوب تک پہنچیں، ان سے تبع تابعین ؒ نے وصول کیں اور ان کے بعد اہل اللہ کے ذریعہ برکاتِ نبوی ﷺ کی یہ ترسیل ہمہ وقت جاری ہے۔ ایک چراغ سے کئی چراغ جلے اور بعض قلوب ایسے بھی ہیں جو بیک وقت سینکڑوں بلکہ ہزاروں اور لاکھوں قلوب کی روشنی کا ذریعہ بن گئے۔

آج دنیا میں جہاں کہیں بھی کوئی قلب منور نظر آتا ہے، اس کی روشنی اسی ضیاء پاشی کی رہینِ منت ہے جس کا منبع قلبِ اطہر رسول اللہ ﷺ ہے اور درمیان میں تابعین ؒ، تبع تابعین ؒ اور اہل اللہ کے سلاسل ہیں جو اس قلب تک یہ روشنی منعکس کرنے کا واسطہ ہیں۔ تمام سلاسل تصوف حضرت علیؓ تک پہنچتے ہیں سوائے سلسلہ نقشبندیہ کے، جس کی پہلی کڑی جناب صدیق اکبرؓ ہیں۔

سلسلہ نقشبندیہ میں ایک سلسلہ تصوف ایسا بھی ہے جس میں روحانی تسلسل برقرار رہتا ہے لیکن زمانوی اعتبار سے توجہ دینے والی ہستی اور سالک کے درمیان بعض اوقات صدیوں کے فاصلے بھی حائل ہو سکتے ہیں۔ اس سلسلہ عالیہ میں ترسیل فیض کے لئے زمانہ کی قید ہے نہ باہمی نشست وصحبت کی، جس طرح حضرت اویس قرنی ؒ کو آقائے نامدار ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے بغیر روحانی طور پر فیض حاصل ہوا۔ حصول فیض کا یہ طریقہ حضرت اویس قرنی ؒ کی نسبت سے طریق اویسیہ کہلاتا ہے۔

حضرت جی ؒ کی روحانی تربیت کی ابتداء بھی بطریق اویسیہ ہوئی۔ صاحب مزار سلسلہ اویسیہ کے شیخ حضرت سلطان العارفین خواجہ اللہ دین مدنی ؒ تھے جن کی براہ راست توجہ سے حضرت جی ؒ نے راہ سلوک پر اپنے سفر کا آغاز کیا اور ان سے رابطہ کا ذریعہ جو ہستی بنی، وہ حضرت مولانا عبدالرحیم ؒ تھے۔

بقیہ "دی فری میسنز" (حصہ دوم)

پہ محفوظ کر لی گئی ہیں اس ضمن میں منصوبہ یہ ہے کہ یہ تمام انفارمیشن ہر فرد کے ID کارڈ پر جمع کر دی جائے۔ جس کے نتیجے میں تمام تر خرید و فروخت کی Transaction یعنی لین دین اور فرد سے متعلق تفصیلات صرف ایک بٹن کی دوری پر ہوں گی۔ 1992ء میں برٹش سپریم کورٹ کے وائس چانسلر نکولس براؤن ولکنسن نے ہائی کورٹ کو بتایا کہ :

"اگر پولیس کی، ریونیو کی، سوشل سروس، ہیلتھ سروس اور دیگر ایجنسیوں سے حاصل کردہ انفارمیشن ایک فائل پہ جمع کر دی گئی تو فرد کی آزادی شدید خطرے میں پڑ جائے گی۔"

"دی فری میسنز" کو اپنے زیر کنٹرول گورنمنٹس کے ذریعے پہلے ہی آپ کے متعلق کافی ساری معلومات تک رسائی ہے وہ جان سکتے ہیں آپ کس سے فون پہ بات کر رہے ہیں کہاں کام کرتے ہیں، کہاں شاپنگ کرتے ہیں، کہاں کھانا کھاتے ہیں، آپ کیا لباس پہنتے ہیں اور آپ کی مالی حیثیت کیا ہے آپ کتنا کماتے ہیں وغیرہ وغیرہ یہ فہرست اسی طرح لمبی چلتی ہے اور اگر یہ ساری معلومات ایک کارڈ پہ جمع ہو گئیں تو پھر مانیٹرنگ میں مشکل ہی کیا رہ جائے گی اور یہ چیز انہیں اس قابل بنا دے گی کہ وہ سوسائٹی کے ہر فرد کی سائیکالوجیکل سوانح مختصر انداز میں اکٹھی کر سکیں۔ معلومات، جو اُن کیلئے اندازہ لگانا، کنٹرول کرنا اور پھر اپنے حساب سے استعمال کرنا بہت آسان بنا دیں گی۔ لیکن اس کی راہ میں ایک رکاوٹ ہے جو "فری میسنز" کو دور کرنا پڑے گی۔ (جاری ہے)

www.naqshbandiaowaisiah.com

مجھے دونوں ہضم نہیں ہوتے

ہم اپنے قارئین کی معلومات کے لئے گاہے گاہے دوسرے اخبارات میں شائع ہونے والے کالم پیش کرتے رہتے ہیں تاکہ وہ جان سکیں کہ دوسرے لوگ حکومت اور سیاسی جماعتوں کے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں۔ ہم چاہیں گے کہ ہمارے قارئین ان کالموں کو اسی انداز سے دیکھیں۔

سینئر کالم نویس حسن نثار سے گفتگو

اس سوال کا جواب تلاش کرنے کے لئے ہمیں چند سال قبل کے ماضی میں جھانکنا پڑے گا جب میاں نواز شریف اور بے نظیر بھٹو کے بارے میں چھوٹی، بڑی برائی کی اصطلاح استعمال ہوتی تھی۔ ایک زمانہ تھا جب پرو بھٹو اور اینٹی بھٹو کی جنگ جاری تھی اور ایک تیسرا گروپ تھا جو ان دونوں کو چھوٹی اور بڑی برائی قرار دیتا تھا۔ اس دور میں ''خبریں'' وہ پہلا اخبار تھا اور میں وہ واحد شخص تھا جس نے کہا کہ دونوں ایک جیسی برائیاں ہیں اور کوئی چھوٹی اور بڑی برائی نہیں، بلکہ یہ دونوں ہی بڑی برائیاں ہیں۔ میں نے تو یہاں تک ان دونوں کے بارے میں لکھا تھا کہ ان دونوں میں صرف مذکر اور مونث کا فرق ہے۔ بی بی اور بابو کا فرق ہے، یہ گوالمنڈی اور آکسفورڈ کا فرق ہے۔ یہ سری پائے کے ناشتے اور کھدوں کے ناشتے کا فرق ہے، اگر ایک چھرا ہے تو دوسری چھری ہے ایک کھڈا ہے تو دوسری کھائی ہے۔

جب میں نے ''خبریں'' کے پلیٹ فارم سے یہ مہم چلائی تو کافی عرصہ تک میری آواز صدائے بازگشت کی حیثیت سے گونجتی رہی۔ یہاں تک کہ آہستہ آہستہ میرے اردگرد سے چند اور آوازیں بھی اٹھنا شروع ہوئیں کہ ہاں، واقعی یہ دونوں نام نہاد نوجوان قیادتیں بری طرح ناکام ہو رہی ہیں، فلاپ ہو رہی ہیں اور پھر یہ بات عام ہوتی چلی گئی۔

یہ تو وہ پس منظر تھا جو اس سوال کا جواب جاننے کیلئے بے حد ضروری ہے۔ کیونکہ میرے نزدیک یہی وجوہات ہیں، جن کی بنا پر آج یہ دونوں ملک سے باہر ہیں۔ کیونکہ قیادت کا کرپٹ ہونا یا نہ ہونا بعد کی بات ہوتی ہے، کرپٹ مشہور ہو جانا ہی کافی ہے۔

اگر آپ ایک سیاسی رہنما ہیں اور آپ کرپٹ مشہور ہو گئے ہیں، کرپشن کا الزام بھی ہے تو آپ اس قابل نہیں ہیں کہ آپ سیاست کریں۔ کیونکہ جو شخص اپنی ذاتی ساکھ نہیں سنبھال سکتا، وہ ملک کیسے سنبھالے گا۔ لہٰذا اسی کا نتیجہ ہے کہ ان دونوں میں سے ایک نے تو خود ساختہ جلا وطنی اختیار کر لی اور دوسرے پر مسلط کر دی گئی ہے یا وہ خود جان بچا کر بھاگ گیا ہے۔

تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ آج جو لوگ بے نظیر اور نواز شریف کی مخالفت میں جھنڈے اٹھائے پھر رہے ہیں، یہ تو کل تک ان کی نوکریاں کر رہے تھے۔ کل تک ان کے بے داغ غلام تھے۔ یہ تو ان کے حکم پر ہائیکورٹوں، سپریم کورٹوں پر چڑھائی کرنے کو تیار تھے۔ جب کہ ہم مخالفت کر رہے تھے۔ مجھے نہ کل یہ دونوں ہضم ہوتے تھے اور نہ آج ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود اگر جمہوریت کوئی چیز ہے، اہم ترین ہے تو پھر ''جمہور'' بھی اہم ترین ہیں۔ اگر عوام کا فیصلہ ہی آخری فیصلہ ہے تو میں کون ہوتا ہوں اس کو روکنے والا یا بدلنے والا۔ میری رائے ایک فرد کی رائے تو ضرور ہو سکتی ہے اور میں پوری کوشش کروں گا کہ عوام کو ان سے دور لے جا سکوں اور ان سے متنفر کر سکوں تاکہ ان کے نئے مداح، مزید ووٹر، سپورٹر پیدا نہ ہو جائیں۔

لیکن میری پسند یا ناپسند سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ دونوں اس ملک کے ہیں، وہ آئیں، عدالتوں میں جو معاملات چل رہے ہیں، ان کا سامنا کریں، جیسے کرتے ہیں......مگر یہ کہنا کہ ہم ان کو سیاست میں نہیں آنے دینگے، ان کو ملک میں گھسنے نہیں دیں گے، یہ کوئی طریقہ نہیں ہے، کسی بھی مہذب ملک میں اس چیز کا کوئی امکان ہے، نہ لائق تحسین۔ چاہے میں محترمہ بے نظیر بھٹو یا محترم میاں نواز شریف سے ذاتی و سیاسی طور پر لاکھ اختلاف رکھوں یا اگر میں لکھنے والا ہوں تو لکھ کر اپنی بات کا اظہار کروں، اور دلائل دوں کہ کیوں میں انہیں ناپسند کرتا ہوں اور جا کر ان کیخلاف ووٹ ڈالوں کسی تیسرے شخص کو......!

لیکن میں یہ کبھی برداشت نہیں کرتا کہ کوئی عوام کی توہین و تذلیل کرے، جو لوگ ان کو پسند کرتے ہیں میں ان کی بھی عزت کرتا ہوں، ان کا بھی احترام کرتا ہوں، وہ بھی اس ملک کے اتنے ہی باوقار شہری ہیں جتنے میں اور آپ یا کوئی اور۔ یا پھر آپ سیدھی

www.naqshbandiaowaisiah.com

سیدھی بات کریں کہ یہ جمہوریت بکواس ہے۔ جیسا کہ اقبال نے کہا تھا کہ بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے، اور یہ کہ مغربی جمہوریت ہمارے ''وارے'' میں نہیں ہے تو اس کو اٹھا کر باہر پھینکیں اور بادشاہت وغیرہ جیسا کوئی اور تصور لے آئیں۔

جمہوریت تو بنیادی طور پر ہے ہی یہ کہ دوسروں کی، مخالفین کی رائے کو برداشت کرنا، سننا اور بیان کرنا۔ لوگ اگر ایک ڈاکو کے حق میں بھی ووٹ دیتے ہیں تو اللہ اللہ خیر صلا۔ پڑوسی دشمن ملک بھارت میں ہی دیکھ لیں، جہاں اگرچہ پھولن دیوی کی بات اور ہے جو سماج کے ظلم سے تنگ آ کر ڈاکو بنی اور پھر سیاست میں آخر پارلیمنٹ کی رکن بن گئی۔ اس کے علاوہ آپ جے للیتا، لالو پرشاد اور ربڑی دیوی کو دیکھ لیں، جن کے بارے میں ہم حیران ہوتے ہیں کہ وہ ان پڑھ ہے، گھریلو خاتون ہے، دستخط نہیں کرسکتی۔

یہ تو بھئی جمہوریت ہے، عوام جسے منتخب کرلیں تو کرلیں...... جو شخص شخصی فیصلہ صادر کرنا چاہتا ہے، مسلط یا منوانا چاہتا ہے، میرے نزدیک وہ بنیادی طور پر عوام کی توہین کررہا ہے۔

یا پھر دوسرا طریقہ یہ ہے کہ آپ منافقت (Hypocrisy) چھوڑ دیں، سیاسی عمل کو لپیٹ دیں، وائنڈ اپ کردیں، جمہوریت میں سے کیا نکالنا ہے آپ نے۔ آپ ماشاءاللہ شہنشاہیت کا اعلان فرمادیں......!

ان دونوں سے تمام تر اختلافات کے باوجود میں یہ سمجھتا ہوں ان کے جانے کے بعد اس ملک میں لیڈرشپ کا بہت بڑا سیاسی خلا پیدا ہوگیا ہے۔ اس کے باوجود ملک میں کوئی ایک لیڈر بھی ایسا نہیں ہے جس کی مقبولیت میں ایک انچ کا اضافہ ہوا ہو۔ آج بھی بے نظیر بھٹو اور نواز شریف جینوئن قومی سطح کی سیاسی لیڈرشپ ہیں بلکہ میں تو سمجھتا ہوں کہ آپ کا سوال ادھورا ہے، میں تو کہتا ہوں کہ آپ الطاف حسین کو بھی آنے دیں۔ سیاسی طور پر اس کا مقابلہ کریں، عملی زندگی میں تو ہم لوگ نہ کسی کی بات سنتے ہیں اور نہ سمجھتے ہیں۔ آج بھی ہم کہتے ہیں کہ بنگلہ دیش ہندوستان کی سازش ہے، جی ہاں ہندوستان کی سازش ضرور ہوگی، اور ہے بھی، لیکن آپ اپنے کرتوت بھی تو دیکھیں، اپنے دامن پر بھی نظر ڈالیں کہ بنگلہ دیش بنوانے میں خود ہمارا اپنا کیا کردار تھا، اس طرف نہیں آتے۔ سارا ملبہ اندرا گاندھی اور انڈیا پر ڈالتے ہیں، تاریخ کو پڑھنے، پرکھنے اور سمجھنے کا یہ کوئی معقول طریقہ نہیں ہے۔

ہمارے ہاں اکثر یہ سوال بھی اٹھایا جاتا ہے کہ جی چلنے نہیں دیا گیا۔ جب سیاسی عمل کو ہی چلنے نہیں دیا گیا تو سیاستدانوں کو ملکی مسائل وخرابیوں کا موردِالزام کس طرح ٹھہرایا جاسکتا ہے۔ جب ان کی سیاسی تربیت ہی نہیں ہوئی، تو جس قسم کی تربیت ہوگی، اسی طرح کے سیاسی نتائج برآمد ہوں گے۔ اس سلسلے میں میں سمجھتا ہوں کہ اگر ان لوگوں میں خود کوئی جان ہوتی، یہ اس کے اہل ہوتے، صلاحیت وبصیرت ہوتی، بددیانتی نہ ہوتی کہ دامن نچوڑ دیں تو فرشتے بھی وضو کریں، والے انکے کردار ہوتے تو فوج کو کبھی اپنی حدود سے تجاوز کرنے کا موقع نہ ملتا، نہ خیال آتا۔ لیکن آپ کی تاریخ تو بونوں سے بھری ہوئی ہے، اگر کوئی دیانتدار تھا تو وہ ویسے ''بے ایمان'' تھا، ورنہ بے ایمان بھی تھے اور بے وقوف بھی تھے۔

فوج کو موردِ الزام ٹھہرانے والوں سے میں پوچھتا ہوں کہ سیاستدانوں (Statesmen) کی موجودگی میں وہ اس قدر طاقتور کیسے ہوگئی؟۔ کیا دیگر مہذب ممالک میں فوج کے پاس اسلحہ نہیں ہے، ہمارے ہاں اصل مصیبت یہ ہے کہ یہ خود اداروں کے ساتھ ''ٹمپرنگ'' کرتے ہیں......!

کہا جاتا ہے کہ جس طرح مشرف صاحب جرات مندانہ فیصلے کررہے ہیں، تعمیر نو بیورو بنایا، ضلعی حکومتوں کا نظام بنایا اور انتخابات کروائے، جاگیرداری، بیوروکریسی پر ضرب کاری لگائی۔ اسی طرح یہ کام سیاستدان بھی تو کرسکتے تھے۔ انہوں نے کیوں نہیں کئے یا وہ کرنا نہیں چاہتے تھے۔ میرے خیال میں اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے سیاستدانوں میں تین چیزوں کی کمی رہی ہے۔ وہ چیزیں جرات، ذہانت اور دیانت ہیں۔ یہ لوگ بس سازشیں ہی کرتے رہے، ان کا فوکس اقتدار کے حصول اور استقلال ہی رہا۔ بے نظیر بھٹو نے پہلے دور اقتدار میں وزارت عظمیٰ قبول کی تو ''کمپرومائز'' کرکے کی۔ نہ کرتیں قبول وہ، نہ سمجھوتہ کرتیں، جہاں گیارہ سال انتظار کیا وہاں پانچ سال مزید کرلیتیں تو کیا قیامت ٹوٹ پڑتی۔ معاملہ طے ہوتا تو بے نظیر بھٹو کی شرائط پر ہوتا۔

موجودہ حکومت بھی زیادہ تر سیلف میڈ اور بنیادی طور پر مڈل کلاس پر مشتمل لوگوں کی ہے۔ ان کا دھیان بھی جاگیرداری کی طرف نہیں جاتا۔ کس قدر عجیب بات ہے......!

آج جن لوگوں کے بارے میں سمجھا جاتا ہے کہ یہ موجودہ حکومت کے حامی یا آلہ کار ہیں وہ ملک کے ''سپر فیوڈلز'' ہیں۔ جن میں سے ایک کا نام فاروق لغاری ہے، دوسرے کا نام جتوئی ہے۔ آپ ذرا اس المیے پر غور کریں کہ مڈل کلاس لوگوں پر مشتمل

www.naqshbandiaowaisiah.com

حکومت کے متعلق بھی یہ تاثر ہے کہ وہ ان لوگوں کی سرپرستی کررہی ہے یا دونوں ایک دوسرے کے ساتھ انڈرسٹینڈنگ کے ساتھ چل رہے ہیں۔

محض مقامی حکومت کے اداروں کے الیکشن کروا کر سول چہرے سامنے لے آنا جمہوریت نہیں کہلاتا، جمہوریت تو ایک مزاج کا نام ہے، رویے اور کردار کا نام ہے۔ ہمارے ہاں تو ایک عجیب قومی مزاج بن چکا ہے کہ جو بندہ منتخب ہوکر آتا ہے وہ ڈکٹیٹر بن کر آتا ہے، اور جو ڈکٹیٹر ہے وہ جمہوری نظر آنا چاہتا ہے۔ یہ نہایت مضحکہ خیز صورتحال اور Paradoxes ہیں۔لیکن میرے خیال میں اس ملک میں کسی بھی صورت میں، خواہ وردی ہو یا شیروانی، جمہوریت کبھی چل نہیں سکتی، جب تک کہ جاگیرداری کو مکمل طور پر اس ملک سے ختم کرکے نکال باہر نہیں کیا جاتا۔

بہرحال واپسی تو نواز شریف صاحب اور محترمہ بےنظیر کا جمہوری حق ہے کہ انہیں واپس آنے دیا جائے اور الیکشن میں حصہ لینے دیا جائے خواہ وہ کتنے ہی برے ہوں۔ وہ آئیں عدالتوں کا بھی سامنا کریں اور عوام کا بھی۔ اگر موجودہ حکومت ان کو آنے نہیں دیتی تو لوگ خود ان کو لے آئیں گے۔

ایک اور بات میں ریکارڈ پر یہ لانا چاہتا ہوں کہ یہ حکمران ان دونوں کی مقبولیت میں اضافہ کررہے ہیں۔ موجودہ حکومت ان دونوں کو ''ڈس کریڈٹ'' کرنے میں بری طرح ناکام ہوچکی ہے۔ بلکہ میں تو سمجھتا ہوں کہ صدر پرویز مشرف محترمہ بےنظیر بھٹو اور میاں صاحب کے مربی اور محسن ہیں۔ انہوں نے ان دونوں مرتے ہوئے گھوڑا، گھوڑی میں جان ڈال دی ہے......!! (رپورٹ سیف الاسلام)

آغاز اور انجام

تحریر .... خالد مسعود خان

کیا عجب معاملہ ہے کہ خود کو طاقتور اور زورآور سمجھ کر دوسروں کو حقیر اور کمزور سمجھنے والا اور خود کو نہایت فخریہ انداز میں ''کمانڈو'' قرار دینے والا شخص جو ملکی سیاستدانوں، دانشوروں اور درددل رکھنے والوں سے بات تک کرنا پسند نہیں کرتا تھا گزشتہ ایک ماہ سے اپنی سابقہ پالیسیوں کا معافی نامہ اور ''غیرمشروط'' مذاکرات کا دعوت نامہ ہاتھ میں پکڑے معذور اور مجہول واجپائی کے پیچھے پیچھے بھاگ رہا ہے مگر واجپائی اس کو پکڑائی ہی نہیں دے رہا۔ ''پس دیکھنے والو! عبرت حاصل کرو۔''

کھٹمنڈو میں چاک و چوبند کمانڈو نے غچہ دے کر ضعیف و بیمار واجپائی سے مصافحہ کر لیا تھا تو اس ''زبردستی'' کے مصافحہ کی شان میں چمچہ گیروں نے وہ توصیف کے پل باندھے کہ لگتا تھا کہ روئے ارض پر شاید اس سے قبل ایسا فاتحانہ کارنامہ کبھی سرانجام نہیں دیا گیا۔ لیکن عجب معاملہ تو یہ ہے کہ اس مصافحہ پر پاکستان میں خوشامدیوں نے جتنا غل مچایا ہندوستان میں ناقدین نے اس لپک کر کئے جانے والے مصافحے پر واجپائی کے بھی اتنے ہی لتے لئے جس قدر پرویز مشرف صاحب کے مدحین نے ان کی تعریف و توصیف کی تھی۔

ایک مرتبہ یوں ہوا کہ ایک شکاری شکار کی غرض سے جنگل میں گیا۔ ایک جھاڑی کو ہاتھ سے ہٹا کر آگے بڑھنے لگا تو کیا دیکھتا ہے کہ دس قدم کے فاصلے پر ایک شیر بیٹھا ہے۔ شیر نے جونہی شکاری کو دیکھا انگڑائی لیکر اٹھا اور مزید دو قدم نزدیک آ گیا۔ شکاری حالانکہ خاصا تجربہ کار اور ماہر نشانہ باز تھا مگر گھبراہٹ میں شیر پر فائر کیا تو باوجود صرف دس بارہ فٹ کے فاصلے کے نشانہ خطا چلا گیا۔ اب شیر نے فائر کے دھماکے سے گھبرا کر شکاری پر جست لگائی تو شکاری کے اوپر سے گزرتا ہوا جھاڑیوں میں جا گرا۔ شیر شرمندہ ہوکر جنگل کے اندر بھاگ گیا شکاری خجل سا ہوکر جنگل سے گھر کی راہ ہوا۔ اب گھر جا کر اپنے نشانے کے خطا ہونے پر غور کیا تو عقدہ کھلا کہ شکار کو دراصل اتنے قریبی فاصلے سے کبھی نشانہ لگانے کا تجربہ ہی نہیں تھا لہٰذا فائر نشانے پر نہیں لگا تھا۔ شکاری نے سوچا کہ کبھی دوبارہ اسی طرح کا اتفاق ہوا تو ضروری نہیں کہ شیر کا جمپ بھی اس طرح غلط لگے لہٰذا ضروری ہے کہ قریب سے نشانہ لگانے کی پریکٹس کی جائے۔

شکاری نے شام کو بندوق پکڑ لی اور دوبارہ جنگل کی طرف روانہ ہوا تاکہ جنگل میں جا کر قریب سے نشانہ لگانے کی پریکٹس کرے تاکہ آئندہ ایسی غلطی کا احتمال نہ رہے۔ جنگل میں پہنچ

www.naqshbandiaowaisiah.com

کہ شکاری اب کسی چھوٹے جانور کی تلاش میں تھا کہ اس کو قریب سے نشانہ بنا سکے۔ وہ نہایت دبے پاؤں جنگل میں جا رہا تھا۔ اچانک اس نے جھاڑیوں کے پیچھے کسی ہلچل کے آثار دیکھے۔ اس نے خاموشی سے آگے بڑھ کر دیکھا تو کیا دیکھتا ہے کہ صبح والا شیر چھوٹے چھوٹے جمپ لگانے کی پریکٹس کر رہا تھا۔

چودھری بھکن کا خیال ہے کہ کھٹمنڈو والے واقعے کے بعد جنرل پرویز مشرف نے شکاری کی طرح غچہ دے کر ہاتھ ملانے کی پریکٹس مکمل کر لی تھی تاکہ الماتے وغیرہ جیسی ملاقاتوں میں ضعیف و معذور واجپائی سے اس کی منشاء مرضی کے خلاف، اس کے نہ چاہنے کے باوجود مصافحہ کر سکیں مگر ساتھ ہی چودھری یہ بھی کہتا ہے کہ دوسری جانب واجپائی بھی اپنی کھٹمنڈو والی غلطی کے ازالے کے لئے کسی کمانڈو ایکشن والے مصافحے سے بچنے کی پریکٹس کرتا رہا ہے مگر بوجہ کمزوری و ناتوانی ان کی خراب پرفارمنس کے باعث ان کے کوچ نے جب صاف جواب دے دیا کہ بزرگوار کسی طرح سے بھی کمانڈو ایکشن مصافحے سے خود کو محفوظ نہیں رکھ سکتے تو ایجنسیوں نے فیصلہ کیا کہ اپنے مجہول وزیراعظم کو مخالف کمانڈر سے بچانے کے لئے اتنا دور رکھا جائے کہ غچہ دے کر مصافحہ کرنے کا امکان ہی ختم ہو جائے۔ ہندوستانیوں کی یہ پالیسی الماتے میں مکمل طور پر کامیاب رہی اور واجپائی ایک اور مصافحے کی بدنامی اور جنرل پرویز مشرف ایک اور مصافحے کی برکتوں سے محروم ہو گئے۔

مجھے تو یہ ڈر ہے کہ کہیں کوئی دوسرا اعتزاز احسن مجاہدین کی فہرستیں مرتب نہ کر رہا ہو کہ ایسے آغاز کا اختتام ایسا ہی ذلت آمیز ہوتا ہے

الماتے میں ہونے والے اعلامیے پر دستخط کرنے کے گناہ میں سے بھی چند دانشور عزت و آبرو جیسی نایاب جنس برآمد کر کے حکمرانوں کی چمچہ گیری کی آخری منزل پر متمکن ہو چکے ہیں اور اس ذلت آمیز دستاویز پر ہونے والے دستخطوں کو کشمیر کی جدوجہد آزادی کے تابوت پر آخری کیل کے بجائے اپنی فتح قرار دے رہے ہیں۔ پورے ملک میں گو کہ ایسے افراد کی کل تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے۔ یہ چار چھ وزیر، دس بارہ یتیم سیاست دان اور دو چار ایسے دانشور ہیں جو ہر دور میں حکومتی مدح سرائی میں مشغول رہتے ہیں۔

الماتے میں دستخطوں کے فوراً بعد ہندوستان نے مقبوضہ کشمیر میں جدوجہد آزادی کے سب سے نمایاں رہنما اور ''کشمیر بنے گا پاکستان'' کے علمبردار سید علی شاہ گیلانی کو انسداد دہشت گردی کے متنازع قانون ''پوٹا'' کے تحت گرفتار کر لیا ہے۔ سید علی شاہ گیلانی ''کل جماعتی حریت کانفرنس'' کا واحد رکن ہے جو علی الاعلان الحاق پاکستان کی بات کرتا ہے۔ حریت کانفرنس کی باقی ساری قیادت بشمول موجودہ چیئرمین غلام نبی بھٹ اور سابقہ چیئرمین میر واعظ عمر فاروق وغیرہ کبھی بھی کھل کر اس حد تک نہیں آئے جہاں سید علی شاہ گیلانی کھڑا ہے۔ الماتے کانفرنس کے بعد ہم یہ تسلیم کر چکے ہیں کہ علاقے میں علیحدگی کی تمام تحریکیں خلاف قانون اور دہشت گردی ہیں۔

ہمارے ایک ہاتھ میں پچھلی تمام کارروائیوں بارے معذرت نامہ ہے۔ دوسرے ہاتھ میں ''کشمیر ایشو'' کو ایک طرف رکھتے ہوئے، غیر مشروط بات چیت کا دعوت نامہ ہے۔ ہماری پتلون کی پچھلی جیب میں ہندوستان کی جانب سے دی گئی بیس افراد کی فہرست بارے اقدامات کا ''یقین دہانی نامہ'' ہے۔

الماتے میں ہمارے دستخطوں کا پہلا شکار مقبوضہ کشمیر میں تحریک آزادی کا قائد سید علی شاہ گیلانی بنے گا۔ اگلے شکار آزاد کشمیر میں تحریک آزادی کے قائدین ہوں گے۔ مجھے تو یہ ڈر ہے کہ کہیں کوئی دوسرا اعتزاز احسن مجاہدین کی فہرستیں مرتب نہ کر رہا ہو کہ ایسے آغاز کا اختتام ایسا ہی ذلت آمیز ہوتا ہے۔

(بشکریہ ''اوصاف'')

www.naqshbandiaowaisiah.com

عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اسلام کیا ہے؟ معرفتِ الٰہی اور معرفتِ رسول اللہ ﷺ! جسے اس کی رتی بھی نصیب ہوگئی ایک لمحہ بھی نصیب ہوگیا وہ کائنات کے رازوں کا امین بن جاتا ہے۔ زمانہ اُس کی کروٹوں کے ساتھ کروٹیں بدلتا ہے اور اس پہ تاریخ گواہ ہے کہ مٹھی بھر خانہ بدوش جزیرہ نمائے عرب سے اُٹھے...... دنیا میں قدیم تہذیبیں تھیں۔ قیصر کی اپنی تہذیب تھی' کسریٰ کی اپنی تہذیب تھی' رومن ایمپائر کی بات اپنی تھی اور کب سے آ رہی تھی ہندوستان کا معاشرہ اپنا تھا' چین کا ماحول اپنا تھا' وسط ایشیائی اقوام کی بربریت ایک اپنا انداز رکھتی تھی روئے زمین پر صدیوں سے چلی آ رہی تھی۔ جابرانہ اور ظالمانہ قوتوں کی بنائی ہوئی تہذیبیں انسانیت کو جکڑے ہوئے تھیں۔ عجیب بات ہے جدھر جدھر اُن پروانوں نے کروٹ بدلی زمانہ کروٹیں بدلتا چلا گیا۔ بڑی بڑی عظیم قوتیں نابود ہوتی چلی گئیں' بڑے بڑے لاؤ لشکر ناکام ہوتے چلے گئے۔ اور تاریخ انسانی میں پہلی بار سائبیریا سے افریقہ تک اور ہسپانیہ سے چین تک ایک سلطنت اُبھری جس کا امیر مسجد نبوی ﷺ کا خطیب اور امام تھا۔

خطاب :- امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان ' منارہ 27-07-2001

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ O (التوبہ ۱۲۸)

فجاء محمداً سراجاً منیرا
فصلوا علیہ کثیراً کثیرا

حضرات گرامی! انسان مکلف ہے اللہ کی کائنات میں اللہ جل شانہٗ پر ایمان لانے کا اور ایمان معرفت اِلٰہی کا نام ہے۔ ماننے کے لئے نہ صرف جاننا شرط ہے بلکہ پہچاننا بھی شرط ہے۔ معرفت اِلٰہی کا راستہ ہے اللہ کا رسول ﷺ۔ نبی اور رسول کو محض پیغام رساں یا محض ایک استاد نہ سمجھا جائے۔ پیغام رسانی میں جو پیغام ہے وہ پہنچانے والا اس کے الفاظ پہنچا دیتا ہے۔ اُستاد جو پڑھانے والا ہوتا ہے وہ کتاب کے الفاظ اور اُن کے معنی و مفاہیم پڑھا دیتا ہے لیکن نبی ان سب سے بہت بلند ہوتا ہے۔ اللہ کے رسول کا کام صرف بات بتانا نہیں ہے بلکہ وہ جو کچھ بتاتا ہے اُس کے اندر جو کیفیت ہوتی ہے وہ بھی قلبوں میں سمو دیتا ہے۔ پیغام رساں اگر بتاتا ہے کہ جی آپ کو فلاں پر غصہ ہونے کا حکم ہے تو الفاظ ہیں پہنچ گئے۔ اُستاد پڑھاتا ہے کہ فلاں آدمی نے بڑا غصہ کیا اور ناراضگی کا اظہار کیا لیکن پڑھنے والا الفاظ کے معنی سمجھ سکتا ہے اُس پر وہ کیفیت وارد نہیں ہوتی۔ وہی الفاظ جب نبی کی زبان سے نکلتے ہیں تو سننے والے میں اگر نبی کے ساتھ ایمان کا تعلق ہو تو وہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جیسے فرمایا :

اَشِدَّاءُ عَلَی الْكُفَّارِ کافر کے لئے بڑے سخت اب جس جس کا جتنا رشتہ الفت نبی سے استوار ہوتا جائے گا وہ کفر کے لئے اتنا سخت بھی ہوتا جائے گا۔ یعنی وہ کیفیت بھی اس میں پیدا ہوتی چلی جائے گی۔ قرآن نے پیغام دیا :

رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا' جنہوں نے سنا وہ ایک دوسرے کے لئے ایک جان اور دو قالب ہو گئے' عملی زندگی میں وہ کیفیات منعکس ہو گئیں' قلوب میں وہ کیفیات پیدا ہو گئیں۔

تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا ایک بات ہے جو کتاب اللہ نے کہی' ایک آیہ کریمہ ہے جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمائی لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ جن لوگوں نے قرآن' محمد رسول اللہ ﷺ کی زبان حق ترجمان سے سنا ان میں یہ کیفیت پیدا نہیں ہو گئی۔ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ تجلیات باری ان کے سجدوں کی بدولت ان کی پیشانیوں پر رقصاں ہوتی ہیں۔ فرمایا میرے صحابی آسمان ہدایت کے ستارے ہیں جس کا دامن پکڑ لو گے وہی تمہیں

www.naqshbandiaowaisiah.com

بارگاہِ الوہیت میں لے جائے گا۔ ہدایت پا جاؤ گے۔

تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان یہ ہے کہ :

یَتْلُوا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ اللہ کی آیات تلاوت فرماتے ہیں' اللہ کا پیغام بندوں کو پہنچاتے ہیں وَیُزَکِّیْھِمْ اوران کا تزکیہ کر دیتے ہیں۔ یعنی آیت سے جو کیفیت مراد ہے وہ کیفیت بھی سمو دیتے ہیں اور تزکیہ پہلے ہو جاتا ہے فرمایا :

یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ اور کتاب اور حکمت کی تعلیم بعد میں آتی ہے۔ اگر کیفیات دل میں منعکس نہ ہوں تو تعلیمات محض بات رہ جاتی ہیں اور اگر تزکیہ پہلے ہو جائے...... تزکیے سے مراد یہ ہے کہ دل میں وہ پاکیزگی آ جائے جو اُن کیفیات کو سمونے کی استعداد پیدا کر دے۔ تو پھر جب تعلیم کتاب وحکمت آتی ہے تو وہ احوال میں ڈھلتی چلی جاتی ہے۔ اور ایک عجیب طرح کا تعلق پیدا کر دیتی ہے۔

بندہ کسی شراب پینے والے سے یہ پوچھے کہ جام اور صراحی میں کیا رکھا ہے یعنی اُسے عادت تو شراب پینے کی ہے جام اور صراحی تو دو برتن ہیں خالی ہو گئے تو خالی ہو گئے لیکن شرابی خالی جام اور صراحی کو بھی سینے سے لگائے پھرتے ہوتے ہیں۔ اس میں کیا رکھا ہے شیشے کے دو برتن ہیں اب تو اس میں شراب نہیں ہے خالی ہو گئی لیکن اُنہیں اُس جام سے اُس صراحی سے الفت ہو جاتی ہے۔ اگر دنیوی نشوں میں' شرابوں میں' جوئے میں' دنیا کے کھیل تماشے میں اتنی لذت ہے تو جو ذات ستودہ صفات ﷺ بندے کو اللہ کے روبرو کر دے اور اُسے لذت جمال سے آشنا بھی کر دے' اُس ذات سے محبت کا عالم کیا ہوگا۔ یہ سمجھنے کے لئے اُن لوگوں کو دیکھنا پڑتا ہے جنہیں یہ جام نصیب ہوا۔

اُحد میں میدان کا بازار گرم تھا سَر تن سے جُدا ہو رہے تھے' تلواریں بجلی کی طرح کوند رہی تھیں' ایک صحابی کو زخم لگا تلوار کا یہاں پیشانی

> **دنیا میں فرعون پیدا ہوتے ہیں تو موسیٰ مبعوث ہوتے ہیں ابوجہل بنتے ہیں تو محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لاتے ہیں۔ قیصر و کسریٰ ہوتے ہیں تو ابوبکر و عمرؓ کی ضرورت پڑتی ہے۔**

سے اور آنکھ کٹ کر لٹک کر رُخسار پر آ گئی۔ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں دوڑتا ہوا پہنچا آپ ﷺ نے ہاتھ مبارک سے وہ آنکھ واپس لگا دی۔ بس آپ ﷺ کا دستِ مبارک رکھنا تھا کہ وہ ویسی کی ویسی ہوگئی اور وہ پھر جنگ میں کود پڑا۔ یعنی زندگی بٹ رہی تھی۔

حضرت ابودجانہؓ کی تلوار ٹوٹ گئی

عجیب بات ہے کسی تلوار والے کی طرف نہیں لپکے وہ لپکے بارگاہ نبوی ﷺ میں پہنچے میری تلوار ٹوٹ گئی یارسول اللہ ﷺ۔ آپ ﷺ نے دیکھا کھجور کی چھڑی پڑی تھی آپ ﷺ نے پکڑی اور پر اٹھائی تو تلوار ہوگئی فرمایا یہ لو۔ تین پشتوں تک اُن کے خاندان میں انہوں نے سنبھال کر رکھی۔ بلکہ جب قریش بھاگ گئے تھے اُحد سے تو قریش کی عورتیں بھاگتی ہوئی اُن کے سامنے سے گزریں اُنہوں نے تلوار اُٹھائی اور روک لی یہ تو محمد ﷺ کی دی ہوئی تلوار ہے کسی عورت کے خون سے آلودہ نہیں کروں گا۔

یعنی عشق کا ایک عجیب عالم ہے زخم لگتا ہے تو وہاں جاؤ وہاں ہسپتال ہے کوئی دوائی رکھی ہے کوئی فرسٹ ایڈ ہے کیا ہے کیوں دوڑ رہے ہو تلوار ٹوٹ گئی دوڑ رہے ہیں بھئی کیا ذہاں تلواریں حضور ﷺ نے رکھی ہوئی ہیں تلواریں تو سب لوگوں کے پاس ہیں اُنہیں اِس سے کچھ غرض نہیں کہ وہاں کیا ہے اُن کا ملجا و ماویٰ وہ ذات ہے اُنہیں واپس وہاں جانا ہے کچھ بھی ہو۔

ایک صحابی سخت زخمی ہوئے اُنہوں نے زندگی نہیں مانگی اُنہوں نے کہا آج ہی تو موقع ہے۔ اُٹھائے گئے جب زخمی تو اُنہوں نے کہا کہ مجھے لے جاؤ اور حضور ﷺ کے سامنے اس طرح رکھنا کہ میرا رُخسار آپ ﷺ کے پائے مبارک پہ آ جائے۔ اور وہاں جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ بھئی شہید تو وہاں بھی ہو گیا۔

علامہ مرحوم نے کہا تھا :

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

www.naqshbandiaowaisiah.com

اُنہیں صرف پیغام نہیں ملا' اُنہوں نے صرف قرآن نہیں پڑھا' اُنہوں نے صرف حدیث نہیں سُنی بلکہ وہ لذتِ آشنائی پا گئے۔ اُنہیں وصولِ حق نصیب ہوا اُنہیں معرفتِ پیامبر ﷺ نصیب ہوئی اور یہی اِسلام ہے۔

اسلام کیا ہے؟ معرفتِ الٰہی اور معرفتِ رسول اللہ ﷺ۔ جسے اس کی رتی بھی نصیب ہوگئی ایک لمحہ بھی نصیب ہوگیا وہ کائنات کے رازوں کا امین بن جاتا ہے۔ زمانہ اُس کی کروٹوں کے ساتھ کروٹیں بدلتا ہے اور اس پہ تاریخ گواہ ہے کہ مٹھی بھر خانہ بدوش جزیرہ نمائے عرب سے اُٹھے...... دنیا میں قدیم تہذیبیں تھیں۔ قیصر کی اپنی تہذیب تھی' کسریٰ کی اپنی تہذیب تھی' رومن ایمپائر کی بات اپنی تھی اور کب سے آرہی تھی ہندوستان کا معاشرہ اپنا تھا' چین کا ماحول اپنا تھا' وسط ایشیائی اقوام کی بربریت ایک اپنا انداز رکھتی تھی روئے زمین پر صدیوں سے چلی آرہی تھی۔ جابرانہ اور ظالمانہ قوتوں کی بنائی ہوئی تہذیبیں انسانیت کو جکڑے ہوئے تھیں۔ عجیب بات ہے جدھر جدھر اُن پروانوں نے کروٹ بدلی زمانہ کروٹیں بدلتا چلا گیا۔ بڑی بڑی عظیم قوتیں نابود ہوتی چلی گئیں' بڑے بڑے لاؤ ولشکر ناکام ہوتے چلے گئے۔ اور تاریخ انسانی میں پہلی بار سائبیریا سے افریقہ تک اور ہسپانیہ سے چین تک ایک سلطنت اُبھری جس کا امیر مسجد نبوی ﷺ کا خطیب اور امام تھا۔ اگر آپ اُس زمانے کی تاریخ سامنے رکھ کر اور بیٹھ کر امکانات پر غور کریں تو یہ سب کچھ مشکل نہیں بلکہ ناممکن نظر آتا ہے۔ اگر آپ اُس زمانے کا نقشہ سامنے رکھیں تاریخ سامنے رکھیں اور دیکھیں قیصر کہاں سے کہاں تک چھایا ہوا تھا' اُس کے پاس کتنی طاقت تھی' کتنی دولت تھی' کتنی قوت' کتنی سپاہ تھی۔ کسریٰ کہاں سے کہاں تک چھایا ہوا تھا اور اُس کے پاس کتنی سپاہ اور کتنی دولت تھی۔ وسط ایشیائی اقوام' چینی ریاستیں' ہندوستان' افریقہ کہاں کہاں کیا کیا کچھ تھا۔ یہ چند خیمہ نشینوں کے بس کی بات تھی کہ

لذتِ آشنائی حالات سے نہیں دبتی' حالات کو بدل دیا کرتی ہے۔

اُسے اُلٹ پلٹ کر رکھ دیں؟۔ اور یہ نہیں کہ اُسے تاخت و تاراج کر دیا مزے کی بات تو یہ ہے کہ اُس سارے بگاڑ کو سنوارا اور ایسا سنوارا کہ زمین کو جنت نظیر بنا دیا۔

مورخ نے عہد فاروقی ؓ کے بارے ایک جملہ لکھا ہے میں نے جب سے پڑھا ہے میرے سینے میں اس طرح کندہ ہوگیا ہے جیسے پتھر کھود کر چیز اس میں لکھ دی جاتی ہے۔ لکھتا ہے چھبیس ہزار (۲۶۰۰۰) مربع میل علاقہ فتح ہوا عہد فاروقیؓ میں جس میں پینتیس ہزار (۳۵۰۰۰) بڑے بڑے شہر اور دس ہزار (۱۰۰۰۰) ایسے قلعے تھے جو ناقابل شکست تھے۔ آگے ایک جملہ لکھتا ہے لیکن کہتا ہے عجیب بات یہ نہیں کہ یہ سارا فتح ہوا عجیب بات یہ ہے کہ ان ساری فتوحات میں کسی بوڑھے کی آہ' کسی عورت کی چیخ اور کسی یتیم کے آنسو گرتے نظر نہیں آتے۔ یعنی عجیب بات یہ ہے کہ فتح کر کے تاراج نہیں کیا بلکہ سنوار کر اُسے گُل وگلزار بنا دیا۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکات کا اثر یہ ہے۔ غالب نے کہا تھا:۔

رگوں میں دوڑتے پھرنے کے ہم نہیں قائل
جو آنکھ ہی سے نہ ٹپکے وہ لہو کیا ہے

دعویٰ کرنا مسلمانی کا' دعویٰ کرنا عشق ومحبت کا' دعویٰ کرنا اتباع رسول ﷺ کا' ہم اس کے قائل نہیں ہیں۔ مزہ تو جب ہے کہ زمانہ فکر انگیز انگڑائی لے اور پتہ چلے کہ یہ عاشقانِ رسول ﷺ کا عہد ہے۔ جو آنکھ ہی سے نہ ٹپکے وہ پھر لہو کیا ہے۔ مزا تو جب ہے کہ یہ شکوہ جو ہماری زبانوں پر ہے او جی' حالات بڑے خراب ہیں۔ حالات خراب ہی ہوتے ہیں تو سُدھارے جاتے ہیں۔ اگر حالات پہلے ہی صحیح ہوں' اگر عدل وانصاف ہو رہا ہو' اگر ہر ایک کو تحفظ مل رہا ہو' اگر کھانے کو حلال میسر ہو تو اُس میں عاشقانِ رسول ﷺ کی ضرورت کیا ہے' وہ آکر کریں گے کیا۔ حالات خراب ہی ہوتے ہیں' حالات میں بگاڑ ہی ہوتا ہے' ناقابلِ برداشت ہوتے ہیں' قیصر و کسریٰ پھر پیدا ہو

www.naqshbandiaowaisiah.com

جاتے ہیں' دنیا میں فرعون پیدا ہوتے ہیں تو موسیٰ مبعوث ہوتے ہیں' ابوجہل بنتے ہیں تو محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لاتے ہیں۔ قیصر و کسریٰ ہوتے ہیں تو ابوبکر و عمرؓ کی ضرورت پڑتی ہے۔ حالات بگڑتے ہیں' ظلم ہوتا ہے' ناانصافی ہوتی ہے' جبر ہوتا ہے تو پھر عاشقانِ رسول ﷺ کی پہچان ہوتی ہے۔ دعوے کرتے رہیں اُس سے کیا ہوتا ہے؟ جب آنکھ سے ٹپکے تو پتہ چلتا ہے کہ اس بدن میں لہو بھی ہے۔ حالات ہی بدلیں تو پتہ چلتا ہے کہ اِس عہد میں بھی محمد رسول اللہ ﷺ کے چاہنے والے ہیں۔ ایسے بھی ہیں جن کے سینے لذتِ آشنائی سے معمور ہیں۔ اور لذتِ آشنائی حالات سے نہیں دبتی حالات کو بدل دیا کرتی ہے۔ وہ روشنی کیا روشنی ہے جو کہے جی یہاں اندھیرا بہت زیادہ ہے میں تو نہیں جل سکتی۔ اُسے آپ روشنی کہیں گے بھئی ظلمت ہے اندھیرا ہے تو روشنی کی ضرورت ہے' جو اندھیرے میں نہیں جل سکتی وہ شمع کیا ہے جو ظلم کے آگے بند نہیں باندھ سکتا اُسے عشقِ رسول ﷺ کا دعویٰ کیا ہے۔

جب نبی کریم ﷺ ظہور پذیر ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اَب میں نے وہ رسول مبعوث فرمایا ہے جس کے بعد انسانیت کو رسالت اور نبوت کی ضرورت سے بے نیاز کر دیا۔ اب اس کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا ضرورت نہیں ہوگی۔ یعنی اس کی برکات اس طرح پہنچیں گی قیامِ قیامت تک جس طرح آج تقسیم ہو رہی ہیں جب یہ مدینہ منورہ میں بحیثیت مہاجر جلوہ افروز ہوئے۔ آج جب یہ بدر و اُحد سجا رہا ہے تو جس طرح قلب اطہر ﷺ نور برسا رہا ہے یہی نور قیامِ قیامت تک برستا رہے گا شرط صرف ایک ہے کہ کون اپنا دامن پھیلاتا ہے۔ دامنِ دل کون پھیلاتا ہے' اپنا سینہ چیر کر ان کے قدموں میں دل کون نچھاور کرتا ہے۔ اور یہ تو چودہ سو سال ہیں چودہ سو نہیں چودہ ہزار چودہ لاکھ چودہ کروڑ سال بھی گزر جائیں۔

فَجَاءَ محمداً سراجاً منیرا

> **اندھیرا ہے تو روشنی کی ضرورت ہے' جو اندھیرے میں نہیں جل سکتی وہ شمع کیا ہے جو ظلم کے آگے بند نہیں باندھ سکتا اُسے عشقِ رسول ﷺ کا دعویٰ کیا ہے۔**

روشنیاں بکھیرنے والا سورج طلوع ہو گیا اور اب ایک ہی کام ہے۔

فَصَلُّوا علیہ کثیراً کثیرا

اَب اُس پر صلوٰۃ و السلام پیش کرتے رہو دامنِ دل پھیلاتے رہو برکاتِ نبوت ﷺ سمیٹتے رہو۔

یار ہم لوگ بڑے کمزور' بڑے نالائق اور بڑے بدنصیب ہیں۔ ہمیں ہمارے اپنے علاوہ کچھ نظر ہی نہیں آتا حالانکہ ہماری حقیقت کیا ہے؟ کچھ بھی نہیں! ہم مشتِ غبار ہیں جو کل منتشر ہو جائے گی' جسے کوئی جاننے والا بھی نہیں ہوگا۔ ہم وہ مشتِ غبار ہیں جسے شاید چند برس بعد کوئی یاد بھی نہ کرے' جس کی کبھی کمی محسوس نہ ہو۔ آپ نے اس ہستی بستی دنیا میں کسی کی کمی محسوس کی ہے؟ کتنے شہنشاہ' کتنے جرنیل' کتنے دولت مند' کتنے فاتح گزر گئے۔ بُھول گئے لوگ اُن کو یا ان کے زمانے کو بُھول گئے' تاریخ کو بُھول گئے۔ اگر آج بات ہوتی ہے تو اُنہی کی جو آپ ﷺ کے حوالے سے زندہ ہیں۔ قیمت ہے اگر کسی مٹی کی تو عشقِ مصطفےٰ ﷺ کے حوالے سے ہے۔ لوگوں کے دلوں پہ آج بھی اگر اُن کی مٹی بھی راج کرتی ہے تو اُن میں کمال یہی ہے کہ اُنہوں نے لذتِ آشنائی حاصل کر لی تھی۔

کابل سے لے کر بنگالہ تک' کشمیر سے دکن تک جہانگیر کی حکومت تھی۔ میں مقبرہ جہانگیر پر گیا تو اُس کی قبر کے تعویز پر بیٹھے ہوئے لونڈے نادان لڑکے کوکا کولا اور پیپسی انجائے کر رہے تھے اور آپس میں مذاق کر رہے تھے۔ کہاں گئی وہ شہنشاہیت؟ کہاں گیا وہ قوی لاؤ لشکر؟ کہاں گیا وہ باادب با ملاحظہ ہوشیار؟ کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ دنیا سے گزرنے کے بعد بھی اگر کسی کا نام یا اُس کا احترام باقی ہے تو اُس حوالے سے کسی عرب شاعر نے کہا تھا۔

أَفَلَتْ شموس الاولین و شَمْسنا
ابداً علی افقِ عُلی لا تغربُ

پہلی اُمتوں کے نبی علیہم السلام بھی سورج تھے اُن کی عمریں محدود تھیں تشریف لے

www.naqshbandiaowaisiah.com

گئے شریعتیں منسوخ ہو گئیں سورج غروب ہو گئے لیکن میرا سورج ہمیشہ افق علیٰ پہ چمکتا رہے گا اِسے طلوع ہونا تھا اِسے غروب ہونا ہی نہیں۔

چودہ سو سال ہوئے تو کیا ہوا' اُو چودہ کروڑ سال' چودہ ارب سال ہو جائیں تو کیا ہوا بات سوچنے کی یہ ہے کہ اللہ کا محبوب ﷺ اللہ کا حبیب ﷺ' اللہ کا رسول ﷺ' خاتم النبیین ﷺ' امام الانبیاء ﷺ ہم خطا کار گناہگار اور اس چودھویں پندرھویں صدی کے لوگ ہم کیا استفادہ کر سکتے ہیں بڑی مشکل بات ہے۔

؎ چہ نسبت خاک را با عالم پاک

ہم تو اُس کے غبارِ راہ کے برابر بھی نہیں تو کیا ہمیں بھی کوئی رتی عشق کی نصیب ہو سکتی ہے۔ واہ! اِس مسئلے کو حل کیا قرآنِ حکیم کی اس آیت نے ۔فرمایا!

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اِس لفظ کے شارحین نے' مفسرین کرام نے کئی ترجمے کئے ہیں۔ نفاست بھی کیا ہے تو کہا ہے کہ بہت ہی نفیس ترین۔تم میں سے سب سے نفیس ترین۔ اَنْفُسِكُمْ سے یہ بھی کہا ہے کہ تم ہی میں سے ۔لیکن جو ترجمہ صاحبِ دل لوگوں نے کیا ہے وہ یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ آیا جو تمہارے دلوں میں بستا ہے' جسے بسنا ہی تمہارے دِل کے اندر ہے۔مِنْ اَنْفُسِكُمْ تمہاری جانوں کے اندر سے ایسا رسول ﷺ مبعوث کیا جو تمہاری جانوں کے' روحوں کے' دِل کے اندر بستا ہے۔ چونکہ جان کے اندر ہے اور جان تو پاؤں کو چوٹ لگے' دکھی ہوتی ہے سر پہ چوٹ لگے دُکھی ہوتی ہے' ہاتھ کو درد ہو دُکھی ہوتی ہے' دانت کو درد ہو دُکھی ہوتی ہے فرمایا ایسے ہی عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ ٹھوکر تمہیں لگتی ہے دُکھ میرے رسول ﷺ کو ہوتا ہے۔ٹھوکریں تم کھاتے ہو' گناہ تم کرتے ہو' بُرائی تم سے ہوتی ہے اور تکلیف میرے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہوتی ہے۔قرآنِ حکیم کی اِس تعبیر کو دیکھا جائے تو ہم جب اپنی انانیت میں گرفتار ہوتے ہیں' خود کو بڑا مقدس' بڑا پیر صاحب بنانا چاہتے ہیں' خود کو بڑا چوہدری بڑا خان بنانا چاہتے ہیں' خود کو حکمران بنانا چاہتے ہیں اور اُس کے لئے جب ہم غلط راستے اختیار کرتے ہیں' دنیوی طمع میں گرفتار ہو جاتے ہیں' اپنے آپ پر تو ظلم کرتے ہی ہیں اللہ کے رسول ﷺ پر بھی ظلم کرتے ہیں۔ وہ جو دلوں میں بستا ہے جب ہم دلوں کو بگاڑتے ہیں تو اُس ذات کریم ﷺ کے ساتھ بھی ظلم ہوتا ہے اور اِس کا حساب ہو گا یہ یاد رکھیں۔ یہ نہ سمجھو کہ میں جوشِ خطابت میں کہے جا رہا ہوں' مجھے نہ خطابت کا شوق ہے' نہ خطابت کا جوش ہے۔ مجھے اپنی حیثیت کا سارا پتہ ہے کہ میں کیا ہوں اور میری حیثیت کیا ہے۔ میں جو بات کرتا ہوں اُس کی حیثیت یہ ہے کہ میں اُس بارگاہ کا ایک ادنیٰ خادم اور چپڑاسی ہوں۔ اور جس طرح چپڑاسی اندر کی بات باہر پہنچا دیتا ہے اُسی طرح سے آپ تک بات پہنچا دیتا ہوں۔ باقی معاملہ آپ کا' آپ کے رب کا اور آپ کے رسول ﷺ کا ہے۔ ہمارا کیا ہے جو آئے تشریف لائے' کھانا کھائے' بیٹھے' اللہ اللہ کرے' چلا جائے لیکن فائدہ اُس کو ہو گا جو اپنی ذات بنانے کے لئے نہیں اپنے آپ کو اُن پر لُٹانے کے لئے آئے گا۔ میں بھی چاہوں تو میں کسی کو کوئی فائدہ نہیں دے سکتا اور میں سارا زور لگا لوں تو میں کسی کا روک نہیں سکتا جب تک وہ اپنا دامن خود نہ جھٹک دے۔ یہ سالانہ اجتماع ہوتا اِس لئے ہے کہ احباب کو کچھ دِن ایسے مل جائیں جن میں اُنہیں صحبت بھی نصیب ہو' تربیت بھی نصیب ہو اور کُئی رتی آشنائی کی' کوئی ذرہ دردِ دِل کا' کوئی قطرہ عشق رسول ﷺ کا نصیب ہو جائے۔ اگر اس کو بھی ہم ایسے رسماً لیں گے' آئے بیٹھے چلے گئے' گپ شپ ہو گئی' ملاقات ہو گئی تو میں سمجھتا ہوں جو ان لمحات کو ضائع کرتا ہے اُس سے بڑا گھاٹے کا سودا کرنے والا کوئی نہیں۔

اگر نورِ ایمان نصیب ہو جائے تو ایک لمحہ عمر بھر کے نہ صرف گناہ بلکہ عمر بھر کا کفر و شرک بھی دھو دیتا ہے۔

ہمارے ایک ساتھی تھے خان زمان اُن کا نام تھا' اللہ اُنہیں غریقِ رحمت کرے فوت ہو گئے' اچھے تگڑے دنیا دار بھی تھے' بڑے

www.naqshbandiaowaisiah.com

زمیندار بھی تھے' بیمار بھی تھے' حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے رفیق ہوتے تھے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ جب آنکھ بند ہوگی تب آنکھ کھلے گی یہ جو محنت ہم حضرت کے ساتھ کر رہے ہیں اس کا اندازہ ہمیں تب ہوگا جب لوگ ہم پر مٹی ڈال کر چلے جائیں گے تو سمجھ آئے گی کہ عشق رسول ﷺ کی قیمت کیا ہیں یہاں سمجھ نہیں آسکتی۔ دنیوی حجابات میں ہماری روز مرہ کی ضروریات میں ہماری خواہشات کے طوفان میں اس دولت کی سمجھ نہیں آتی۔ جب یہ سب کٹ جائے گا پھر پتہ چلے گا کہ مجھے کتنا گوہر نایاب نصیب ہوا تھا۔ تو ارشاد باری ہے کہ مِنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ اور یاد رکھو یہ خطاب انسانیت کو ہے کافر بھی امت ہے محمد رسول اللہ ﷺ کی۔ امت دعوت کافرہ۔ وہ اُمت جس نے دعوت کا انکار کیا۔ اُن کے لئے بھی دوسرا رسول کوئی نہیں۔ اگر ایمان لے آئے تو وہی شعلہ عشقِ رسول ﷺ اُن کے سینے میں بھی موجزن ہو جاتا ہے۔ ساری عمر کفر میں گزارنے کے بعد بھی اگر نورِ ایمان نصیب ہو جائے تو ایک لحہ' عمر بھر کے نہ صرف گناہ بلکہ عمر بھر کا کفر و شرک بھی دھو دیتا ہے۔ اس لئے فرما دیا کہ جو کفر پر مرے گا اُس کو کبھی نہیں معاف کروں گا۔ اتنا بڑا جرم ہے۔ لیکن جو ایمان کا دعویٰ کرے اور اُس کا دِل پھر اُن کیفیات سے خالی رہے پھر وہ شرابیں پیئے' پھر وہ لوگوں پر ظالمانہ نظام مسلط کرے' پھر وہ مسلمانوں کو حرام کھانے پر مجبور کرے' پھر وہ عشرت کدے بنائے آبادیوں میں اور بے حیائی کے اڈے بنائے اُس کا کیا ہوگا؟۔

دیکھو ہر آواز میں ایک جان ہوتی ہے۔ آپ سمندر میں کنکر پھینکتے ہیں پتہ نہیں چلتا' ذرا بڑا پتھر پھینکتے ہیں کچھ دیر تھوڑی لہریں اُٹھ جاتی ہیں' جہاز ڈوبتے ہیں تو شاید دور تک دھمک پڑتی ہے' ہر ہر عمل کا ایک اثر ہوتا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ سلسلہ عالیہ میں ابھی کچھ لوگ ایسے باقی ہیں جن کے دِل میں آشنائی کی رمق ہے' جن کے جذبہ بیداری نے کم از کم نصف صدی بعد حکومت کو یہ ماننے پر مجبور تو کر دیا کہ سودی نظام غلط ہے اور بلاسودی نظام ہونا چاہئے۔ آج اخبار دیکھ کر مجھے بڑی خوشی ہوئی شریعت کونسل نے حکومت سے کہا ہے کہ زکوٰۃ باقاعدہ جمع کرے اور مرکزی حکومت جمع کرے اور کسی کو معاف نہ کیا جائے بلکہ جن لوگوں نے قرضے لے کر معاف کرائے ہیں وہ قرضے بھی واپس لئے جائیں زکوٰۃ باقاعدہ لی جائے اور چونکہ باہر کے قرضوں میں سود ہے اس لئے زکوٰۃ سے قرضے ادا نہ کئے جائیں۔ دفاعی اخراجات زکوٰۃ سے ادا کر کے جو رقم دفاع پر خرچ ہو رہی ہے اُس سے غیر ملکی قرضے اُتارے جائیں۔ یہ پچاس برس سے سارے علماء بھی اور ساری کونسلیں بھی اور ساری حکومتیں بھی موجود تھیں' یہ کس کی آواز ہے؟ یہ اُن دلوں کی آواز ہے جن میں عشقِ محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔ کس قلم سے جا کر نکلتی ہے کس زبان سے ادا ہوتی ہے۔

لوگوں نے' سیاست دانوں نے اور دینی سیاسی جماعتوں نے بڑا شور مچایا کہ او جی' الاخوان تو ختم ہوگئی۔ کیسے کیسے خود کو فریب دینے والے لوگ ہیں۔ الاخوان کوئی مٹی کا بنا ہوا برتن ہے جو ٹوٹ گیا۔ الاخوان کسی فرد کی خواہشات کے لئے ہے کہ وہ ختم ہوگئی۔ الاخوان کوئی فرد ہے کہ وہ ختم ہوگیا۔ یہ الاخوان تو عشقِ رسول ﷺ کا ایک شعلہ ہے۔ یہ ختم ہونے کے لئے نہیں جلا۔ یہ ظلم کے خاتمے کے لئے روشن ہوا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہماری ایک کوشش سے حکومت کے گھروں سے صدائیں بلند ہو رہی ہیں کہ اس معاملے کی اصلاح اس طرح سے کی جائے۔ کوئی سیاسی جماعت کوئی دینی سیاسی جماعت گزشتہ ترپن سال میں اتنی کارکردگی دکھائے پھر وہ ہمیں طعنہ دے۔ کوئی منوا سکا حکومت سے' حکمرانوں سے۔ کسی زمانے میں' کسی حکومت نے اقرار کیا کہ ہم غلط ہیں۔ یہی شریعت کونسل پہلے بھی تھی۔ اس نے پہلے یہ مشورہ کیوں نہیں دیا؟ کیا علماء کو یہ مسائل پہلے یاد نہیں تھے؟ دراصل سنتا کوئی نہیں تھا۔ اب الاخوان کے ایثار سے الحمد للہ اور عشقِ مصطفےٰ ﷺ کی روشنی سے وہ قوت مِل رہی ہے اُن زبانوں کو بھی' اُن قلموں کو بھی اور جو آج حکومت کے گھر سے بول رہے ہیں انشاء اللہ کل حکومت کے سر پہ بھی سوار ہوں گے۔

موسیٰ علیہ السلام نے ایک دِن میں فرعون کو غرق نہیں کر دیا شیر خوار بچے تھے جب فرعون کے گھر میں داخل ہوئے تھے' وقت لگا ایک عرصہ لگا' یہ نظام کائنات ہے' اللہ کریم کا طریقہ ہے لیکن ایک وقت آیا کہ فرعون لاؤ لشکر میت نابود ہوگیا اور موسیٰ علیہ السلام نے لا الٰہ الا

www.naqshbandiaowaisiah.com

اللہ موسیٰ کلیم اللہ کی سلطنت رائج کر دی۔ اب یہ موسیٰ بھی فرعونوں کے گھر سے بول رہا ہے۔

اللہ سب کو ہدایت دے' اللہ حکمرانوں کو ہدایت دے' اللہ سیاست دانوں کو ہدایت دے' اللہ عامۃ المسلمین کو ہدایت دے' ہمیں کسی کو فتح نہیں کرنا لیکن یہ میں منبر رسول ﷺ پر بیٹھ کر بلا خوفِ تردید کہہ رہا ہوں کہ یہ صرف عشقِ مصطفیٰ ﷺ کا کرشمہ ہے کہ اس آواز میں اتنی قوت پیدا ہوگئی کہ آج یہ ایوان ہائے سلطنت میں گونج رہی ہے۔ ایک وقت آئے گا انشاء اللہ یہی نظام مُلک پر رائج ہوگا۔ آپ اپنی محنت جاری رکھیے' اپنی کوشش جاری رکھیے۔ عشق کا تقاضا یہ ہے کہ :

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
اور دہر میں عشقِ محمد ﷺ سے اُجالا کر دے

ساری محنت کا حاصل یہ ہے کہ اپنے دلوں میں عشقِ رسول ﷺ کی شمعیں جلاؤ اور وہ روشن دِل اتنی روشنیاں بکھیریں کہ دہر میں' زمانے میں' روئے زمین پر روشنیاں پھیل جائیں۔

دہر میں اسمِ محمد ﷺ اُجالا کر دے
قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے

جبر وظلم کا خاتمہ ہو' عدل و انصاف رائج ہو اس بات کو چھوڑ دو کہ الف ب ج میں سے کون کرتا ہے۔ نواز شریف کرتا ہے یا پرویز مشرف کرتا ہے۔ ہمیں اس سے غرض نہیں۔ حکومتوں کو بھی عشاق کے دلوں سے قوت ملتی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ حکومت کے رویوں میں بھی بڑی مثبت تبدیلی آئی ہے۔

اب آپ آگرہ مذاکرات یا آگرہ سمٹ جسے کہتے ہیں کو ہی لے لیں' پوری دنیا کو' انٹرنیشنل لوگوں کو یقین تھا کہ پاکستان کی حکومت نرمی دکھائے گی اور وہاں سے شکست کھا کر آئے گی لیکن الحمدللہ ہماری حکومت نے عوام الناس کا جو مسلک تھا یا جو مطالبہ یا جو عامۃ الناس کی رائے ہے اُس کا اظہار کیا اور ڈٹ کر کیا۔ پتہ نہیں کس کے جذبہ عشق نے حکومت کو بھی اِس جگہ کھڑا کر دیا۔

مولانا احمد علی لاہوری رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ لاہوریو! جن لوگوں کو تم دروازوں سے دھتکار دیتے ہو شاید اُنہی کی برکت سے تمہارا شہر آباد ہے۔

تو شاید حکومت جنہیں کچھ نہیں سمجھتی اُنہی کے دردِ دِل نے حکمرانوں کو بھی قوت دے دی ہو کہ بین الاقوامی دباؤ کا مقابلہ کر سکیں۔ اِس کا مطلب ہے ایک مثبت پیش رفت تو ہے۔ الحمد للہ جو اصلاحات کا عمل ہو رہا ہے آج تک کسی سول گورنمنٹ نے ایسا کرنے کی جرات نہیں کی جو موجودہ حکومت کر رہی ہے۔ اللہ کرے کہ یہ نظام توقعات پہ پورا اُترے اور انصاف قائم کرنے کا سبب بن جائے۔ ہمیں الف ب ج سے غرض نہیں ہے کہ پرویز مشرف ہو یا کوئی اور آجائے یا کون پہلے تھا۔ ہمیں غرض حالات سے ہے' ہمیں غرض جبر وظلم کے خاتمے سے ہے' ہمیں غرض انصاف کے قیام سے ہے' ہمیں غرض ہے کہ اللہ کے بندوں پر اللہ کی حکومت ہو اور انشاء اللہ اُس طرف مثبت پیش رفت میری ذاتی رائے میں مثبت پیش رفت ہو رہی ہے وہ آپ ہی لوگوں کے جذبہ عشق کے طفیل ہے اور اُس میں جو کمی ہے وہ ہماری ہی کوتاہیوں کی وجہ سے ہے۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ جو خامیاں اور جو کمیاں ہیں جو کمزوریاں ہیں اُس میں بھی ہماری خطاؤں کو دخل ہے۔ اپنا محاسبہ کیجئے' اپنا محاکمہ کیجئے اس لئے کہ ساری انسانیت کے لئے تو اللہ فرماتا ہے: عَزِیْز'' عَلَیْهِ مَاعَنِتُّمْ تمہیں جب ٹھوکر لگتی ہے تو دُکھ میرے حبیب ﷺ کو ہوتا ہے لیکن فرماتا ہے جو ایمان لے آئے جو اُس کے عشق کے طالب بن گئے اُن کے لئے تو وہ ذات ہی اور ہے۔

بالمؤمنین رَءُ وْف'' رَّحِیْم ٥ مومنوں کے لئے تو اُس کے کرم کی کوئی انتہا ہی نہیں ہے اس لئے کہ وہ رَءُ وْف ہے' درگزر کرنے والا ہے' بخش دینے والا ہے' ناراض نہ ہونے والا ہے اور رحیم ہے' رحمت الٰہی لُٹانے والا ہے۔ مومن کے لئے تو ابرِ کرم ہے جو مسلسل رحمتِ الٰہی لُٹا رہا ہے' دامنِ دِل کو ذرا سیدھا کر لو۔

اللہ کریم تمام مسلمانوں کو ہدایت' اتفاق' محبت اور برکات نصیب فرمائے۔ اللہ ہمیں گناہ سے توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری توبہ قبول فرمائے اور ہمیں اُس پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اِس مُلک کو ہمیشہ قائم رکھے اور اس پر دینِ برحق کی حکومت قائم فرمائے۔

☆☆☆☆☆☆

www.naqshbandiaowaisiah.com

پاکستان کو تنہا کرنے کی سازش

تحریر .... عباس اطہر

پاکستان اور بھارت کے بارے میں دنیا خاص طور پر امریکہ اور یورپ کے معیار مختلف ہیں۔ پاکستان میں بم دھماکے یا دہشت گردی کے دوسرے واقعات ہوں تو انہیں پاکستان کی اپنی ذمہ داری سمجھ کر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ بھارت میں مسلمانوں کا قتل عام ہو یا مقبوضہ کشمیر میں بے گناہ شہریوں کی خونریزی، اسے معمول کے واقعات میں شمار کیا جاتا ہے۔ دونوں ملکوں کی سرحدوں پر فوجیں جنگ کے لئے تیار کھڑی ہیں، دونوں طرف ایٹم بم اور میزائل موجود ہیں، جنگ چھڑنے پر اسلام آباد اتنے ہی خطرے میں ہوگا جتنا دہلی یا بھارت کا کوئی دوسرا شہر، لیکن سفارت کاروں کا انخلا صرف پاکستان سے ہو رہا ہے اور تو اور امریکی سفیر وینڈی چیمبر لین بھی اپنی بیٹیوں کے تحفظ کے بہانے اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو کر واپس چلی گئی ہیں۔ کراچی میں ایک بس دھماکہ ہوا اور نیوزی لینڈ کی کرکٹ ٹیم سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ نکلی جبکہ میونخ اولمپکس میں دہشت گردی کا سنگین واقعہ ہوا تھا، اٹلانٹا اولمپکس اوکلوہاما میں بم دھماکے ہوئے۔ نیویارک کے ورلڈ ٹریڈ سنٹر زمین بوس ہو گئے، پینٹا گون کی عمارت بھی حملہ آوروں کے وار سے نہیں بچی، دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا ملک ہو جہاں دہشت گردی یا خونریزی نہیں ہوتی، بھارت میں سکھوں کی تحریک آزادی سمیت کیا کیا واقعات نہیں ہوئے۔

جنگ اور تباہی کا خطرہ پاکستان اور بھارت دونوں کے لئے ایک جیسا ہے، حیرت کی بات ہے کہ سیکورٹی رسک صرف پاکستان کی سرزمین کو قرار دیا گیا ہے، آسٹریلیا کی کرکٹ ٹیم نے پاکستان آنے سے انکار کر دیا، اس سے پہلے پاکستان کو ویسٹ انڈیز سے ٹیسٹ میچ اور ون ڈے سیریز شارجہ میں کھیلنی پڑی تھی۔ غیر ملکی ٹیمیں کوئی خطرہ محسوس کئے بغیر بھارت چلی جاتی ہیں، پاکستان کا رخ نہیں کرتیں۔ جنوبی کوریا اور جاپان میں فٹ بال ورلڈ کپ ہو رہا ہے جس میں اکثر یورپی ٹیمیں حصہ لے رہی ہیں، یورپ اور امریکہ سے ہزاروں کی تعداد میں لوگ ٹورنامنٹ دیکھنے جاپان اور جنوبی کوریا پہنچے ہیں۔ دہشت گردی کے پیش نظر دونوں ممالک کی حکومتوں نے تماشائیوں کے سٹینڈز کے گرد فوجی تعینات کرنے کے علاوہ میچوں کے دوران فضا میں طیاروں کا مسلسل گشت جاری رکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔ خطرات موجود ہونے کے باوجود کسی یورپی ٹیم نے جاپان یا جنوبی کوریا آنے سے انکار نہیں کیا۔ ایک طرف یہ واویلا کیا جا رہا ہے کہ القاعدہ کا نیٹ ورک پوری دنیا میں پھیلا ہوا ہے، دوسری طرف خطرات صرف پاکستان میں نظر آتے ہیں، ہمارے کسی طیارے میں چوہا گھس جائے یا معمول کی فنی خرابی پیدا ہو جائے تو مغربی ممالک پاکستان میں سب سے پہلے اس چھوٹے سے واقعہ میں بھی دہشت گردی کی بو سونگھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ خدا جانے کیوں پاکستان کو عالمی برادری میں اچھوت بنا کر رکھ دیا گیا ہے۔

ہماری حکومت نے افغانستان کی جنگ میں امریکہ اور اتحادیوں کا بھرپور ساتھ دیا۔ معصوم بچوں کی موت پر آنسو بہانا تو درکنار، آہ تک بھرنے کی جسارت بھی نہیں کی۔ امریکی ایجنسیاں اب ہماری سرزمین پر سرگرم عمل ہیں اور پکڑے جا رہے ہیں، کسی نے احتجاج تک نہیں کیا۔ ہم نے اپنی مجبوریوں، کمزوریوں اور بزدلی کو قدرت کا عطیہ سمجھ کر قبول کر لیا ہے۔ جس طرح پانی ڈھلوان کی طرف جاتا ہے اسی طرح امریکہ اور مغربی ممالک کی ساری چڑھائی صرف پاکستان پر ہے۔ حکومت نے مقبوضہ کشمیر میں مجاہدین کے داخلے پر پابندی لگا دی ہے اور نیک نیتی کے ساتھ اپنے وعدے پر عمل کر رہی ہے۔ تحریک آزادی کشمیر سالہا سال سے جاری ہے، وہاں مجاہدین کے مختلف گروپ موجود ہیں، جو نئی صورتحال میں اپنی بقا کے لئے لڑنے مرنے پر مجبور ہیں۔ حکومت کے پاس کوئی ایسا جادو نہیں کہ وہ راتوں رات مقبوضہ کشمیر میں موجود مجاہدین کو ہوا میں تحلیل کر دے۔ چھوٹے موٹے واقعات ہو رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ بھارت ہر واقعہ کو نیا بہانہ بنا کر جنگ کی دھمکیوں میں نئی شدت پیدا کر دیتا

www.naqshbandiaowaisiah.com

ہے۔ امن کی تھوڑی سی امید بندھتی ہے اور اچانک دم توڑ دیتی ہے۔ ہماری حکومت نے تو برطانیہ کی یہ تجویز بھی قبول کر لی ہے کہ عالمی مبصرین ہیلی کاپٹروں کے ذریعے کنٹرول لائن کی نگرانی اور دہشت گردی کی روک تھام کریں۔ امریکیوں کی آمد سے ہماری دفاعی تنصیبات پہلے ہی بے پردہ ہو چکی ہیں، ہیلی کاپٹروں کے ذریعے اس نگرانی سے رہی سہی کسر بھی پوری ہو جائے گی۔

سوال یہ ہے کہ جب ہم امن کے لئے ہر معقول اقدام کرنے کے لئے تیار ہیں۔ ہم پر بلاوجہ مسلسل دباؤ ڈال کر کیا حاصل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ امریکہ نے خود اعتراف کیا ہے کہ وہ پاکستان سے تو اپنی بات منوا سکتا ہے، بھارت پر دباؤ نہیں ڈال سکتا۔ اس دہرے معیار کا بدترین نمونہ یہ ہے کہ کھیل کے میدان میں پاکستان کو تعصب کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ کرکٹ پاکستان کا مقبول ترین کھیل ہے، غیر ملکی ٹیموں کے ساتھ میچوں میں ہزاروں لوگوں کو روزگار ملتا ہے، ملٹی نیشنل کمپنیاں سرمایہ کاری کرتی ہیں اور ملک کو اشتہاروں کے علاوہ سپانسر شپ سے بھی کمائی ہوتی ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ دنیا ہمیں تنہا کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ کیا ہم یہ گھیرا توڑنے کے لئے کچھ نہیں کر سکتے؟

ڈرٹی بم اور ڈرٹی گیم

ہزاروں قتل کئے گئے، سینکڑوں گرفتار کر کے غیر انسانی نظر بندی کیمپوں میں پہنچائے گئے، افغانستان اور پاکستان میں القاعدہ یا طالبان کا بظاہر کوئی وجود نہیں رہا، ایک بھوت باقی ہے جس کے تعاقب کی آڑ میں امریکہ اپنے دوسرے مقاصد پورے کر رہا ہے۔ القاعدہ اور طالبان کے پاس مہلک یا وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیار ہوتے تو وہ افغانستان پر حملے کے دوران استعمال کر چکے ہوتے۔ جنگ کے دوران یہ خبر اڑائی گئی تھی کہ اسامہ بن لادن ایٹمی ہتھیار بنا رہے تھے۔ قندھار پر قبضے کے بعد بڑے پیمانے پر تلاشی لی گئی، کوئی ثبوت نہیں ملا۔ کچھ کاغذوں پر آڑھی ترچھی لکیروں کا مطلب نکالنے کی کوشش کی گئی۔ پاکستان کے چند سائنسدان بھی چکی میں پسے لیکن نتیجہ کچھ نہیں نکلا۔ بہر حال ہر قسم کی تفتیش میں کچھ نہ ملنے کے باوجود امریکی ایک ڈرٹی بم کی تلاش میں ہیں۔ امریکیوں کا خیال ہے کہ یہ ڈرٹی بم کسی طریقے سے امریکہ پہنچا کر چلا دیا جائے گا۔

امریکی عوام پر خوف طاری رکھنا حکمرانوں کی پالیسی کا حصہ لگتا ہے۔ وہ چاہتے ہیں رائے عامہ دنیا کے مختلف حصوں میں ڈھائے جانے والے ظلم و ستم پر خاموش رہے۔ چند دن پہلے واشنگٹن سے ایک خبر چلی تھی کہ القاعدہ کے ایک اہم رہنما کو گرفتار کر کے ڈرٹی تابکار بم کے دھماکے کا منصوبہ ناکام بنا دیا گیا۔ امریکی اٹارنی جنرل نے ماسکو میں سی این این کو بتایا کہ گرفتار ہونے والا رہنما عبداللہ المہاجر 8 مئی کو پاکستان سے شکاگو پہنچا۔ وہ امریکی شہری ہے اور اس کے پاس پاسپورٹ بھی موجود تھا۔ گرفتاری کے بعد تفتیش کے دوران اس نے اعتراف کیا کہ وہ تابکاری پھیلانے والا ڈرٹی بم بنا کر امریکہ میں دھماکہ کرنا چاہتا تھا۔ المہاجر 90ء کے عشرے میں امریکہ میں قید بھی رہ چکا ہے۔ تفصیلات کے مطابق 2001ء کے دوران اس نے پاکستان اور افغانستان کا دورہ کیا اور القاعدہ والوں سے تربیت حاصل کی۔ اعلیٰ امریکی افسر کے مطابق المہاجر واشنگٹن کو نشانہ بنانا چاہتا تھا۔ منصوبہ ابھی ابتدائی مراحل میں تھا۔ طالبان اور القاعدہ کے نام پر اس ڈرٹی گیم کا کمال یہ ہے کہ عبداللہ المہاجر سے کوئی ایسا مواد برآمد نہیں ہوا جو ڈرٹی بم بنانے میں استعمال ہوتا ہو۔ ممکن ہے کہ ٹالکم پاؤڈر قسم کی کوئی چیز اس کے سامان سے نکلی ہو اور بعد میں تفتیشی ایجنسیوں نے تشدد کر کے اس سے اعتراف کرا لیا ہو۔ عبداللہ المہاجر مبینہ ڈرٹی بم کا دھماکہ واشنگٹن میں کرنا چاہتا تھا۔ لیکن واشنگٹن جانے کی بجائے اس نے شکاگو کا رخ کیا۔

القاعدہ اور طالبان قرار دے کر جتنے بھی لوگ پکڑے جاتے ہیں ان کے بارے میں کسی ثبوت یا شہادت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مجرم قرار دینے کے لئے نام اور مذہب ہی کافی ہے۔ اب فاکس نیوز نے انکشاف کیا ہے کہ ڈرٹی بم کی سازش کا ایک اور ملزم پاکستان سے حراست میں لے لیا گیا ہے۔ اس شخص کا نام تجمین احمد محمد ہے۔ ایک امریکی افسر کے مطابق فی الحال یہ ملزم پاکستان میں رہے گا۔ امریکہ میں القاعدہ کے حوالے سے مسلسل پاکستان کا نام خوب بج رہا ہے۔ لاس اینجلس ٹائمز کی ایک رپورٹ کے مطابق امریکی نژاد القاعدہ رکن عبداللہ المہاجر کا اصل نام ''جوز پیڈیلا'' ہے۔ مسلمان ہونے پر اس نے اسلامی نام رکھ لیا۔ اخبار لکھتا ہے کہ ملزم نے تفتیش کے دوران کئی انکشاف کئے ہیں۔ اخبار نے یہ بھی لکھا ہے کہ اسامہ بن لادن اور ایمن الظواہری سمیت القاعدہ کے تمام اہم لیڈر

www.naqshbandiaowaisiah.com

زندہ ہیں اور پاکستان یا افغانستان میں پناہ لئے ہوئے ہیں۔ اس تنظیم نے شمال مغربی علاقے میں اپنا ہیڈ کوارٹر دوبارہ قائم کر لیا ہے۔ پچھلے دنوں بھارت نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ القاعدہ کشمیر میں بھی سرگرم عمل ہے اور امریکی وزیر دفاع رمز فیلڈ نے اس الزام کی فوری طور پر تصدیق کر دی تھی۔ القاعدہ کے حوالے سے امریکی عوام میں یہ خوف بھی پھیلایا جا رہا ہے کہ وہ 11 ستمبر جیسے ایک اور حملے کے لئے تیار ہیں۔

القاعدہ کا یہ کھیل نہ جانے کب تک جاری رہے۔ پہلا ٹارگٹ افغانستان تھا اور گھیر گھار کر پاکستان کو القاعدہ کی پناہ گاہ قرار دینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ امریکہ نے دنیا میں جگہ جگہ تباہی پھیلائی۔ بیوہ ہونے والی ہر ماں اور اپنے بچوں کی نعشیں اٹھانے والا ہر باپ اس کا دشمن تھا۔ دنیا کے اس حصے میں امریکہ کے خلاف نفرت کی ایک لہر چل رہی ہے جس انتقامی جذبے کو امریکہ دہشت گردی کے نام سے پکارتا ہے وہ کبھی مر سکتا ہے نہ ہی ختم ہو سکتا ہے۔ جن بچوں نے اپنی آنکھوں کے سامنے گھر اجڑتے دیکھے اور ماں باپ مرتے دیکھے ہیں وہ امریکہ کی محبت دل میں لے کر جوان نہیں ہوں گے۔ انہیں خون ناحق پکارتا رہے گا۔ کوئی بعید نہیں آج یا چند سال بعد امریکہ میں 11 ستمبر سے بھی بڑا واقعہ ہو جائے۔ نام القاعدہ کا لگے گا اور شبہ پاکستان پر ہوگا کہ اس نے دہشت گردوں کو پناہ دے رکھی ہے۔ ہم ایک ایسی مصیبت اور خطرے میں گرفتار ہو چکے ہیں جس کا سامنا کرنے سے بچنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

(بشکریہ "نوائے وقت")

یُوں رُوٹھے خُدا کو اویسی منائیں

یہ بے ذوق سجدوں کی بے کیف آہیں ہرگز نہ درجہِ احسان پائیں
تَعبُدُ ربَّکَ کَانّکَ تَراہ فَاِلَم تَکُن تَراہُ فَاِنّہُ یَراک
کہ نامِ خُدا تو ہے نوکِ زباں پر پہ ہیں غیر سے ہی ہماری وفائیں
ہے مالک سے دُوری کا ہی یہ نتیجہ جو ہیں چاروں اطراف جور و جفائیں
جو دِل کو کریں خالی ہم ماسوا سے تو پر تو جمالِ الٰہی کا پائیں
تو بینائی آئے گی دِل میں ہمارے کہ ہم اہلِ دِل سے اگر دِل لگائیں
کہ اپنانا ہوگا صحابہؓ کا اُسوہ ہیں خالق کو محبوب جن کی ادائیں
یہ ہے آزمُودہ اکابر کا نُسخہ کہ اس طور ہم عظمتِ رفتہ پائیں
جو آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے قلبی تعلُّق ہو قائم تو مثلِ اویسؒ قرن فیض پائیں
ہوں ذکرِ الٰہی سے ہی دِل منور کہ اس سے ہی خُفتہ دلوں کو جگائیں
جو دھڑکے یہ دِل تو کہے اللہ اللہ کہ ہر سانس میں اِس کے انوار آئیں
کہ شکرِ خُدا کیسے گن کے ادا ہو جو ہم پر ہیں اَن گنت اس کی عطائیں
ہو تیرا رزق گر حلال اَور طیّب تو مقبول ہوں گی تیری بھی دُعائیں

اسی ایک دَر پر ہی پھیلائیں دامن
یوں رُوٹھے خُدا کو اویسی منائیں

عبدالرزاق اویسی .... ٹوبہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

ایک ورق من الظلمت الی النور (صوفی محمد دین مرحوم)

رانا احمد نواز

زندگی نے جسے مہلت نہ دی اس کے نام "من الظلمت الی النور" کا ایک ورق لکھنا چاہتا ہوں۔ وہ شخص خود لکھتا تو شاید اور بھی بہت کچھ لکھتا۔ گوجرہ سے سلسلہ عالیہ میں جن پہلے دو آدمیوں نے شمولیت کی یہ ان میں سے ایک تھے۔ گو اس وقت میرا بچپن تھا مگر مجھے یاد ہے کہ رہنمائی کے لئے بے شمار گدیوں اور پیروں سے ملاقات کر کے وہ تھک چکے تھے۔ بالآخر انہیں روشنی کی ایک کرن نظر آئی، کہیں سے پتہ چلا کہ منارہ کی پہاڑوں پر ایک بزرگ ہر سال تشریف لاتے ہیں اور سالکین کو اللہ اللہ کرواتے ہیں۔ تھکے ماندے شخص نے اپنے ایک دوست کو حق اور سچ کی پرکھ کے لئے منارہ بھیجا جس نے وہاں پر تین روز قیام کیا اور واپسی پر یہ رپورٹ دی۔

اس نے بتایا کہ بزرگ کا اسم گرامی حضرت مولانا اللہ یار خان ہے، سادہ سے آدمی ہیں، ان کے تمام مریدین نماز کے پابند، تہجد گزار اور ذکر کرنے والے ہیں۔ وہاں پر ذکر خفی کروایا جاتا ہے، مراقبات کروائے جاتے ہیں، کسی قسم کی کوئی خرافات نظر نہیں آتیں اور ان بزرگوں کا دعویٰ ہے کہ جو شخص خلوص نیت کے ساتھ میرے پاس آ کر اللہ اللہ کرے گا میں آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ہاتھ پر اس کی روحانی بیعت کروا دوں گا۔

چونکہ رپورٹ بڑی ہی جاندار تھی لہٰذا ملاقات کے لئے حضرت کے پاس پہنچے اور تادم مرگ وہاں کے اسیر ہو گئے۔ ان کا نام محمد دین تھا اور ہم انہیں صوفی محمد دین کے نام سے پکارتے تھے۔ ان کی رہائش قریبی گاؤں چک 315 ج۔ب کالا پہاڑ میں تھی۔ یہ سلسلہ عالیہ سے 1974ء میں منسلک ہوئے جبکہ میں سلسلہ عالیہ میں 1975ء میں شامل ہوا۔

جب انہوں نے اللہ اللہ شروع کی تو روز و شب بدلنے لگے۔ دعوت کا سلسلہ بھرپور انداز سے شروع کیا۔ اپنے گاؤں میں اللہ اللہ کرنے والوں کی ایک بڑی جماعت بنائی اور نزدیکی دیہات میں دعوت کا سلسلہ شروع کر دیا۔ گوجرہ کی جماعت کے یہ واحد فرد ہیں کہ جن پر کبھی سستی غالب نہ آ سکی۔ کبھی دارالعرفان کا کوئی پروگرام مس (Miss) نہ کیا۔ باوجود انتہائی بیماری کے خیمہ بستی میں بھی کئی روز گزارے۔

اپنے ایک دوست عبدالرحمٰن عباس کو ایک دفعہ بتانے لگے کہ میں صبح تہجد کیلئے اٹھا تو خوش ہوا اور مجھے تہجد کا اٹھنا بہت اچھا لگا۔ فرمانے لگے کہ میں گھر سے باہر نکلا تو ایک عورت گوبر اٹھانے کیلئے مجھ سے پہلے اٹھی ہوئی تھی تو میں نے اپنے آپ کو ملامت کی اور کہا کہ تو نے صبح اٹھ کر کیا کمال کیا جبکہ تجھ سے پہلے تو گوبر اٹھانے والی اٹھ جاتی ہے۔

ایک روز جب زیادہ بیمار ہوئے اور نقاہت نے غلبہ کیا تو بیٹے نے کہا کہ ابا جی آپ بیٹھ کر نماز پڑھ لیں تو فرمانے لگے بیٹا میں اکثر دیکھتا رہتا ہوں کہ آپ کے دوست آتے ہیں ان میں بعض دنیا دار اور بڑے فضول قسم کے لوگ بھی ہوتے ہیں تو آپ انہیں اٹھ کر ملتے ہیں جبکہ میرا رب بڑی عظمت والا ہے۔ میں اس سے کس طرح بیٹھ کر بات کر سکتا ہوں۔

وفات سے دو روز قبل میجر مقبول احمد شاہ صاحب گوجرہ تشریف لائے تو ان کے پروگرام کے لئے باوجود انتہائی تکلیف اور نقاہت کے گاؤں میں خود گشت کیا اور پروگرام کے لئے احباب کی گاڑی بھر کر شہر لائے۔ وفات کے روز امیر جماعت کو بلایا اور ایک گھنٹہ تک نصیحت کرتے رہے۔ فرمانے لگے اب میرا وقت قریب آ گیا ہے، پکے ہوئے پھل کا کیا پتہ کب گر جائے، میں دیکھ رہا ہوں کہ احباب سست ہو گئے ہیں خدا کے لئے سستی چھوڑ دیں۔ دو وقت ذکر کی پابندی کریں اور جہاد کی تیاری کریں۔ وفات سے پانچ روز قبل میں گاؤں گیا تو بڑے درد سے کہنے لگے اے کاش میں افغانستان جا کر شہید ہو جاؤں تا کہ اس کے راستے میں اٹھوں۔

27 اکتوبر امیر جماعت اور احباب سلسلہ عالیہ کو صبح سستی دور کرنے کا درس دیتے رہے اور اسی دن نماز عصر مسجد میں ادا کر کے واپس لوٹے تو طبیعت خراب ہو گئی اور چند لمحوں بعد اپنے خالق حقیقی سے جا ملے (انا للہ وانا علیہ راجعون)

احباب سے دعا کی درخواست ہے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

متنوع خوبیوں کی حامل شخصیات خال خال ہی ہوتی ہیں۔ انہی شخصیات میں سے ایک شخصیت امیر محمد اکرم اعوان کی ہے جو شاعر بھی ہیں اور ان کے کئی شعری مجموعے منظر عام پر آچکے ہیں۔ وہ ادیب بھی ہیں' انہوں نے سفرنامے بھی لکھے' دینی موضوعات پر انہوں نے بہت سی کتابیں لکھیں۔ وہ پیر بھی ہیں اور لوگوں کو اللہ اللہ کرنا سکھاتے ہیں اور تصوف کے سلسلہ اویسیہ کے موجودہ جانشین ہیں۔ انہوں نے تعلیم و تربیت کا اپنی طرز کا ایک نظام صقارہ اکیڈیمی کے نام سے شروع کر رکھا ہے اور کئی شہروں میں سکول کھولے گئے ہیں جن میں اسلامی' دنیوی' عسکری تعلیم دی جاتی ہے۔ وہ ایک بہت اچھے شکاری ہیں جو چلتی گاڑی سے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے اڑتے جانوروں کا شکار کرتے ہیں۔ شمالی علاقہ جات اور دور دراز اور دشوار گزار علاقوں میں علاج کی غرض سے میڈیکل ٹیمیں بھجواتے ہیں۔ وہ ایک سیاح بھی ہیں جنہوں نے دنیا کا کوئی کونہ نہیں چھوڑا۔ وہ ''تنظیم الاخوان'' کے امیر بھی ہیں۔ ایک میدان ابھی تک ان کی دسترس سے باہر تھا مگر ایک نئی تحقیق کی بدولت وہ اس میدان یعنی میدان طب میں انٹر ہو گئے ہیں اور وہ نئی تحقیق ہے ایک ''ہیئر گارڈ آئل''۔

☆ مولانا محمد اکرم اعوان کا نو دریافت نسخہ ☆

''ہیئر گارڈ آئل''

قدرتی اجزاء سے بنا ہوا

o...... نئے بال اگائے o...... خشکی دور کرے o...... بالوں کی ٹوٹ پھوٹ روکے o...... نیز بال چر اور دانے ختم کرے

اب پھر دستیاب ہے

نوٹ پے آرڈر' چیک' ڈرافٹ اور منی آرڈر کے ذریعے ادائیگی کا سلسلہ ختم کیا جا رہا ہے البتہ خریداروں کی سہولت کیلئے دارالعرفان منارہ سے بھی ہیئر گارڈ آئل کی فراہمی کو ممکن بنایا گیا ہے۔

اکرم اعوان۔ 87 بی' آرمی فلیٹ' سرفراز رفیقی روڈ' لاہور کینٹ' فون: 042-6661701

ملنے کا پتہ:

(1) دارالعرفان' منارہ' ضلع چکوال

(2) 17۔اے' اویسیہ سوسائٹی' کالج روڈ۔ ٹاؤن شپ۔ لاہور' فون: 042-5182727

(3) دارالعرفان 220 گلی نمبر 12' چکلالہ سکیم۔ III راولپنڈی' فون: 051-5504575

قیمت فی بوتل

500 روپے

پیکنگ: 250 ملی لیٹر

www.naqshbandiaowaisiah.com

درگزر، جاہلوں سے اعراض اور تقویٰ

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ کسی کو اس کے عقیدے کے مطابق عبادت کرنے سے روکا نہ جائے کیونکہ ایمان اس کا اختیاری فعل ہے اور اگر وہ اپنی مرضی سے اسلام قبول نہیں کرتا اور اپنے سابقہ عقیدے پر قائم رہتا ہے تو وہ اپنے عقیدے کے مطابق جس طرح پوجا پاٹ کرتا ہے اس میں رکاوٹ نہ ڈالو۔ اب اس کلیے کو سامنے رکھیں اور اپنا کردار دیکھیں کہ ہمارے ساتھ اصولی ہی نہیں بلکہ اگر کسی کو فروعی اختلاف بھی ہے تو اس پر بھی گولی چل رہی ہے۔ روزانہ درود شریف پر سر پھاڑے جاتے ہیں۔

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان، منارہ 24-05-2002

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ o

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ o

خُذِ الۡعَفۡوَ وَاۡمُرۡ بِالۡعُرۡفِ وَاَعۡرِضۡ عَنِ الۡجٰهِلِیۡنَ وَاِمَّا یَنۡزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیۡطٰنِ نَزۡغٌ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰہِ اِنَّهٗ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ اِنَّ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا اِذَا مَسَّهُمۡ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیۡطٰنِ تَذَکَّرُوۡا فَاِذَا هُمۡ مُّبۡصِرُوۡنَ وَاِخۡوَانُهُمۡ یَمُدُّوۡنَهُمۡ فِی الۡغَیِّ ثُمَّ لَا یُقۡصِرُوۡنَ o

اَللّٰهُمَّ سُبۡحٰنَکَ لَا عِلۡمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَلِیۡمُ الۡحَکِیۡمُ o

مَوۡلَا یَا صَلِّ وَسَلِّمۡ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیۡبِکَ مَنۡ ذَانَتۡ بِهِ الۡعُصُرُوۡا۔

قرآن حکیم نے انسانی زندگی کے بنیادی اصول جس میں عقیدہ اور عمل دونوں شامل ہیں، دونوں ارشاد فرمائے۔ دنیا میں کبھی بھی کسی بھی آدمی کو یہ بات نصیب نہیں ہوتی کہ ہر کام اس کی پسند کا ہو۔ بہت سی چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو اس کو ناگوار گزرتی ہیں لیکن اگر اس کے حقوق میں مداخلت نہ ہو رہی ہو جو کوئی اپنے طور پر کرتا ہے تو فرمایا خُذِ الۡعَفۡوَ درگزر سے کام لو کیونکہ آپ اپنے کردار کے لئے جس طرح اللہ کریم کے سامنے جواب دہ ہیں اسی طرح دوسرا بھی، آپ کے سامنے نہیں بلکہ رب العالمین کے سامنے جوابدہ ہے۔

بنیادی غلطی ہم یہ کرتے ہیں کہ جب اپنی بات آتی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ میں اپنے رب کو جوابدہ ہوں، میرا اللہ بڑا معاف کرنے والا ہے جو مجھے معاف فرمائے گا لیکن جب دوسرے کی کوئی بات آتی ہے تو اس پر ہم اصرار کرتے ہیں کہ تم نے ایسا کیوں کیا یا فلاں نے ایسا کیوں کیا۔ پھر بات لڑائی تک، مار کٹائی تک، گولیوں تک، قتل و غارت گری تک، بم پھینکنے تک پہنچ جاتی ہے۔

تو فرمایا ! خُذِ الۡعَفۡوَ کہ درگزر کرنے کو اختیار کرو۔ جہاں تک شریعت اجازت دے جہاں تک تمہارا کوئی حق مجروح نہ ہو رہا ہو، جہاں تک برداشت کی حد ہے وہاں تک برداشت کی جانی چاہئے۔

حضور ﷺ کے مبارک عہد میں کئی قسم کے قیدی مدینہ منورہ لائے گئے.............. جو لوگ غزوات میں قید ہوتے تھے ان میں مشرکین بھی تھے.............. عہد نبوی میں عیسائی بھی آئے.............. بطور قیدی بھی آئے اور وفد لے کر بھی حاضر خدمت ہوئے۔ آتش پرست بھی گرفتار ہو کر آئے اور پھر عرب میں بے شمار ادیان باطلہ تھے، کوئی جنوں کو پوجتا تھا، کوئی فرشتوں کو، کوئی سورج کو، کوئی بتوں کو، ہر ایک کا اپنا اپنا دین تھا۔

تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ کسی کو اس کے عقیدے کے مطابق عبادت کرنے سے روکا نہ جائے کیونکہ ایمان اس کا اختیاری فعل ہے اور اگر وہ اپنی مرضی سے اسلام قبول نہیں کرتا اور اپنے سابقہ عقیدے پر قائم رہتا ہے تو وہ اپنے عقیدے کے مطابق جس

www.naqshbandiaowaisiah.com

طرح یو جاپاٹ کرتا ہے اس میں رکاوٹ نہ ڈالو۔

اب اس کلیے کو سامنے رکھیں اور اپنا کردار دیکھیں کہ ہمارے ساتھ اصولی ہی نہیں بلکہ اگر کسی کو فروعی اختلاف بھی ہے تو اس پر بھی گولی چل رہی ہے۔ روزانہ درود شریف پر سر پھاڑے جاتے ہیں۔

ایک شخص کہتا ہے کہ بلند آواز سے درود شریف پڑھوں گا دوسرا کہتا ہے کہ آرام سے پڑھوں گا۔ وہ بلند آواز والا اسے آرام سے نہیں پڑھنے دیتا اور جو آرام سے، دھیمی آواز سے پڑھنے والا ہے اسے بلند آواز سے نہیں پڑھنے دیتا۔ درود ایک ہے، نبی ایک ہے، عقیدہ ایک ہے، کتاب ایک ہے۔ اگر آپ دوسرے کے طرز عمل کو مناسب نہیں سمجھتے تو اس سے درگزر کریں یا اپنے عمل سے ثابت کریں کہ آپ بہتر ہیں لیکن اسے گولی مارنے کا حق تو نہیں ہے۔ جب کافر کو اس کے کافرانہ طرز عبادت سے آپ نہیں روک سکتے تو ایک مسلمان کو کیوں روکتے ہیں، اور اس میں لڑنے کی کیا بات ہے۔ اگر وہ غلط کر رہا ہے تو کل اللہ کے حضور پیش ہوگا اس کی جواب طلبی ہو جائے گی۔ آپ کو اس سے زیادہ ہمدردی ہے تو اس کے لئے دعا کریں، پھر دوسرا قدم یہ ارشاد فرمایا وامر بالعرف اچھی بات کہو تبلیغ کا انداز یہ ہونا چاہئے کہ جس سے آپ بات کر رہے ہیں پہلے اسے یہ یقین ہو کہ یہ مجھ سے محبت رکھتا ہے، یہ میرا بھلا چاہتا ہے اور یہ میری بہتری کی بات کر رہا ہے۔ لیکن ہم یہاں، جو ہمارا طرز عمل ہے وہ ایسا ہوتا ہے جیسے ہم خود کو

جب کافر کو اس کے کافرانہ طرز عبادت سے آپ نہیں روک سکتے تو ایک مسلمان کو کیوں روکتے ہیں، اور اس میں لڑنے کی کیا بات ہے۔

دوسرے پر مسلط کر رہے ہیں کہ بھئی تم غلط ہو، میں صحیح ہوں اور تمہیں میری بات ماننا پڑے گی۔ اس طرح وہ جو غلط ہوتا ہے وہ اپنے غلط پر اڑ جاتا ہے وہ اس پر دلائل دینا شروع کر دیتا ہے یا دلائل نہ ہوں تو کہتا ہے کہ میں ایسے ہی کروں گا تم مجھے نہیں روک سکتے۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ بھی یہ سمجھ رہا ہوتا ہے کہ یہ محض مجھے شکست دینا چاہتا ہے، مجھے جھوٹا قرار دینا چاہتا ہے، مجھے ہرانا چاہتا ہے اور خود جیتنا چاہتا ہے۔ اور ہماری منشا بھی یہ ہوتی ہے کہ اس ایک کو تو سیدھا کر دیں۔

ہمارا یہ کام نہیں ہے کہ کوئی سیدھا ہو یا ٹیڑھا ہو یہ اللہ کریم کا اپنا کام ہے جسے ہدایت نصیب فرمائے گا اسے ہدایت بھی نصیب ہوگی اور اگر کوئی ہدایت پر نہیں آتا تو اس سے حساب بھی اس نے لینا ہے۔ ہم شرعی حدود کے اندر اگر وہ کوئی تجاوز نہیں کرتا، کوئی جرم نہیں کرتا، کسی کا حق نہیں چھینتا، کسی کے حقوق میں مداخلت نہیں کرتا تو اسے کیوں روک ٹوک کی جائے۔ پھر اگر حقوق میں مداخلت کرتا ہے تو اس کے لئے ادارے ہیں انصاف دلانے والے، اسے ان اداروں کے پاس لے جانا چاہئے۔ تو فرمایا خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ درگزر سے کام لو اور بات کرو تو پیار سے کرو اور اچھی کرو کہ مخاطب کو وہ بات طعنہ نہ لگے، اسے چبھے نہیں، خوبصورت بات ہو، خوبصورت انداز ہو، خوبصورت اندازِ گفتگو ہو۔

اور فرمایا کہ اس کے بعد مزید کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ آپ ان سے درگزر بھی کریں، آپ ان سے پیار کی باتیں بھی کریں لیکن وہ اتنے جاہل ہوتے ہیں کہ وہ اس رویے کو بھی نہیں سمجھتے اور اپنی ضد پر اڑے رہتے ہیں۔ فرمایا! ان کا علاج یہ ہے وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰھِلِیْنَ ایسے جاہلوں سے کنی کترا کر رہو، ان سے الگ رہو۔ ان سے اعراض کرو، انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو، الگ ہو جاؤ، ان سے بات کرنے کا فائدہ ہی نہیں ہے، خواہ مخواہ مصیبت مول لینے کا کیا فائدہ؟

اب آپ دیکھئے کہ اس ایک چھوٹے سے خوبصورت جملے میں کتاب حکیم نے وہ بنیادی اصول بتا دیئے کہ اگر صرف مسلمان جو اس کتاب کو اللہ کی کتاب مانتے ہیں، وہ اس رویے کو اختیار کر لیں تو پوری امت میں کوئی اختلاف نظر نہیں آئے گا۔ یہ جو ہماری گروہ بندیاں، فرقہ بندیاں، مار دھاڑ، ایک دوسرے پر طعن و تشنیع اور ایک دوسرے کو بھلا برا کہنے کا رواج ہے یہ ختم ہو جائے گا اور کم از کم قرآن حکیم

www.naqshbandiaowaisiah.com

کا حکم ہر مسلمان کے لئے تو ہے اور کتنی خوبصورت اور سنہری باتیں ارشاد فرمائیں کہ خُذِ العفوَ کہ درگزر سے کام لو، برداشت کرو اور ایک حد تک اگر اپنا حق بھی مجروح ہو جائے اور اس کو معاف کر دو تو اس حق کی نسبت اللہ کریم کئی گنا زیادہ اجر عطا فرمائیں گے۔

وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ بات خوبصورت انداز سے کرو اور اچھی بات کرو۔ جو دوسرے کے بھلے کی ہو وہ بات کرو۔ اور تیسری بات کہ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْن اور جوان رویوں کو بھی نہ سمجھ سکے اتنا جاہل ہو، اس سے الگ ہو جاؤ، اسے اس کے حال پر چھوڑ دو، تم اس کے ذمہ دار نہیں ہو جس کی مخلوق ہے وہ خود اس سے نپٹ لے گا۔

پھر فرمایا ! کہ انسان ہوتے ہوئے .... اس کے ساتھ شیطان ہمیشہ کوشش کرتا ہے اور جتنا انسان نیکی کے راستے پر چلتا ہے اس کے ساتھ شیطان بہت زیادہ محنت کرتا ہے۔ شیطان، انسان کا مطلق دشمن ہے، اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْن اے انسانو ! وہ تمہارا کھلا، ظاہر دشمن ہے۔ وہ کسی کا بھی دوست نہیں ہے۔ جو اس کی پوجا کرتے ہیں وہ ان کا بھی دوست نہیں ہے۔ وہ نسلِ انسانی کا دشمن ہے لیکن جو اس کی بات مان لیتے ہیں ان کے ساتھ اسے محنت کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی کیونکہ وہ تو پہلے ہی اس کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں۔

اب جو شیطان کی مخالفت کرتے ہیں .... کچھ ایسے لوگ ہوتے ہیں جو دنیا میں شیطان کے مخالفین پیدا کرتے چلے جاتے ہیں .... اتنی ہی زیادہ محنت ان لوگوں کے خلاف وہ بھی کرتا ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ کوئی بندہ اللہ اللہ کرنا شروع کرتا ہے تو وہ کبھی کہتا ہے کہ مجھے ڈر لگتا ہے، کبھی کہتا ہے کہ مجھے وہم آتے ہیں .... اس کا بگڑتا کچھ نہیں، یہ سب فرضی باتیں ہیں کیونکہ وہ بگاڑ کچھ نہیں سکتا، شیطان عملاً کچھ نہیں کر سکتا، چھو نہیں سکتا، زخم نہیں لگا سکتا، قتل نہیں کر سکتا، کچھ نہیں کر سکتا، وہ صرف وہم ڈال سکتا ہے۔ اگر کوئی اللہ اللہ کرنے بیٹھا ہے تو اس کے پیٹ میں درد ہو جاتا ہے کہ اگر اور کچھ نہیں تو اسے دو دن ڈراؤنا خواب ہی دکھلا دو۔ آپ مزید اللہ اللہ کریں گے تو وہ بھاگ جائے گا۔ یا ڈٹ جاؤ تو وہ کمزور پڑ جائے گا کیونکہ فرمانِ الٰہی ہے کہ ''جو میرے بندے ہوں گے ان پر تیرا بس نہیں چلے گا'' شیطان سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے جو اللہ نے ارشاد فرما دیا کہ جو بندے میرے ہو جائیں گے یہ ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ لیکن جب بھی وہ وسوسہ ڈالتا ہے، وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ'' اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ ذہن میں آتا ہے فَاسْتَعِذْ بِاللّٰه اللہ کی پناہ چاہو۔ اللہ کی پناہ مانگو۔ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ'' عَلِيْمٌ وہ سنتا بھی ہے جانتا بھی ہے۔ اللہ تم سے دور نہیں ہے۔ اللہ تمہاری اپنی ذات سے تمہارے زیادہ قریب ہے، اس سے بات کرو، اس کی بارگاہ میں عرض کرو کہ یہ کتا بھونکتا ہے۔

شیطان عملاً کچھ نہیں کرسکتا، چھو نہیں سکتا، زخم نہیں لگا سکتا، قتل نہیں کرسکتا، کچھ نہیں کرسکتا، وہ صرف وھم ڈال سکتا ھے۔

آپ کسی کے گھر جائیں، اس نے کتا پال رکھا ہو، کتا آپ پر بھونکنا شروع کر دے تو آپ کتے کے ساتھ جھگڑا کریں گے یا مالک کو بلائیں گے۔ کتا بھونکنا شروع ہو جائے آپ اس کو پتھر مارنا شروع ہو جائیں تو یہ تو کھیل ختم نہیں ہوگا۔ مالک کو بلائیں گے، وہ جھڑکے گا تو کتا ہٹ جائے گا۔ یہ بھی کتا ہے، اللہ نے پال رکھا ہے۔ اگر آپ اللہ کے گھر جاتے ہیں یہ آپ پر بھونکتا ہے تو اسے بھونکنے دیں، اللہ کو پکاریں وہ اس کو چپ کروا دے گا۔

پھر فرماتا ہے !اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا جنہیں تقویٰ نصیب ہوتا ہے .... اب تقویٰ .... میں بار بار اس پر عرض کر چکا ہوں کہ ہمارے ہاں تقویٰ کا مطلب یا ''ڈر'' لکھ دیتے ہیں یا ''پرہیز گاری'' لکھ دیتے ہیں۔ لفظ ''تقویٰ'' جو قرآن حکیم کا ہے اس کے یہ دونوں معنی نہیں ہیں۔ تقویٰ جو قرآن حکیم کا ہے اس کے یہ دونوں معنی نہیں ہیں۔ تقویٰ ایک کیفیت ہے، ایک حالت ہے جو بندے کو اپنے رب کے ساتھ اپنے ایک تعلق کی حیثیت محسوس ہوتی

ہے۔ بندہ سمجھتا ہے کہ میرا بھی اللہ کے ساتھ ایک رشتہ ہے۔ وہ رشتہ، وہ تعلق، آپ اس کو پرہیزگاری کہیں، اسے آپ نیکی کہیں یا آپ اسے کوئی بھی نام دیں ...... وہ جو کیفیت ہے وہ تقویٰ ہے۔ اور وہ کیفیت ایک ایسی ......

اب جیسے ہم یہ کہتے ہیں جی کہ الیکشن آ گیا ووٹ دو، مخاطب کہتا ہے کہ میرا بھائی امریکہ میں ہوتا ہے، ہم اس کی پسند کے خلاف ووٹ نہیں دیں گے، آپ اس سے بات کریں ...... تو وہ امریکہ بیٹھا ہوا ہے وہ امریکہ اپنا ووٹ دے گا لیکن چونکہ ہمارا اس کے ساتھ رشتہ ایسا ہوتا ہے کہ ہم چاہتے ہیں کہ جو اس کی پسند ہو وہ کام ہو ...... اگر اتنا رشتہ بھی اللہ سے پیدا ہو جائے کہ جب کام کا موقع آئے تو ہم کہیں کہ جو اللہ کا حکم ہے وہ کریں گے، اسے ناراض نہیں کر سکتے، تو یہی تقویٰ ہے۔ یعنی صرف وہ کروں گا جس سے میرا رب ناراض نہ ہو بس باقی ٹھیک ہے۔ اگر اللہ کی اجازت ہے، اللہ کے نبی نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے، لیکن اگر آپ ایسا کام کریں جس سے اللہ ناراض ہوگا تو یہ صحیح نہیں ہے ...... مخلوق کی ناراضگی گوارہ ہے مگر اللہ کی نہیں۔

فرمایا ! جو لوگ ایسے ہوتے ہیں ان کے دل زندہ ہو جاتے ہیں کیونکہ کیفیات تو قلب کا کام ہے۔ مادی کیفیت جو ہوتی ہے وہ بدن پر طاری ہوتی ہے، گرمی کی، سردی کی، دھوپ کی، سورج کی، بادلوں کی، بارش کی لیکن جو کیفیات باطنی ہوتی ہیں وہ قلب محسوس کرتا ہے، دل محسوس کرتا ہے۔ خوشی، غصہ، غم یہ چیزیں بھی تو دل محسوس کرتا ہے، اسی طرح محبت اور نفرت یہ بھی دل محسوس کرتا ہے اور جب دل کا تعلق رب العلمین سے ہو جائے تو جو چاشنی محبت کی، الفت کی وہ محسوس کرتا ہے ...... اور اس میں اگر اتنی قوت آ جائے کہ وہ اللہ کی نافرمانی سے روک دے تو یہ تقویٰ ہے۔

شیطان، انسان کا مطلق دشمن ہے وہ کسی کا بھی دوست نہیں ہے، جو اس کی پوجا کرتے ہیں وہ ان کا بھی دوست نہیں ہے۔

فرمایا ! جن کے سینے میں محبت الٰہی تقویٰ کی صورت اختیار کر لیتی ہے مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ'' مِّنَ الشَّيْطٰنِ شیطانوں کی تو فوج ان کے پیچھے لگ جاتی ہے، کوئی نہ کوئی وسوسہ، کوئی نہ کوئی خرابی کرنا چاہتے ہیں لیکن تَذَكَّرُوا جیسے ہی شیطان وسوسہ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے وہ جاگ اٹھتا ہے، ہوش میں آ جاتا ہے ...... جو قلب ہے اس میں اللہ کا نام ہے، اس میں اللہ کی شمع روشن ہو جاتی ہے، وہ ذکر کرنے لگ جاتا ہے، اللہ کو یاد کرنے لگ جاتا ہے۔ جب بھی کوئی شیطانی خیال آتا ہے وہ دل کو خالی نہیں پاتا، دل میں اللہ کا نام ہوتا ہے ...... تَذَكَّرُوا ...... وہ ہوشیار ہو جاتا ہے، ذکر کرنے لگ جاتا ہے، یادِ الٰہی میں لگ جاتا ہے۔ فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ تو اس کی آنکھ کھل جاتی ہے وہ سمجھ جاتا ہے کہ یہ کیا ہو رہا ہے اور یہ میرے ساتھ کیا کرنا چاہتا ہے۔

پھر فرمایا کہ شیطان سے خطرناک ایک اور چیز بھی ہے اور وہ ہیں تمہارے وہ رشتہ دار جو اللہ پر یقین سے دور ہیں۔ ایک اور بلا بھی ہے صرف شیطان ہی نہیں ہے، ایک اور مصیبت بھی ہے فرمایا اِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ تمہارے بھائی، تمہارے رشتہ دار، تمہارے عزیز، تمہارے کنبے قبیلے والے لوگ اپنی پسند کی زندگی تم پر بھی مسلط کرنا چاہتے ہیں اور يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الْغَيِّ تمہیں بھی اس کا باغی بنانے کے لئے زور لگا دیتے ہیں۔ اور اس میں کوئی کمی نہیں چھوڑتے۔ مجبور کر دیتے ہیں کہ یہ بھی کرو، وہ بھی کرو، فلاں سے لڑنا ہے، فلاں کو مارنا ہے، فلاں طرف جانا ہے، چھوڑو یار تمہیں نماز کی پڑی رہتی ہے فلاں کام کرنا ہے، یہ کرنا ہے، وہ کرنا ہے۔ یعنی شیطان سے زیادہ خطرناک تمہارے خویش و اقارب بن جاتے ہیں۔ کیونکہ شیطان تو صرف وسوسہ ڈالتا ہے، اور عزیز و اقارب فزیکلی بازو سے پکڑ کر کھینچ رہے ہوتے ہیں۔

سو اگلی آیت میں ایک بڑا خوبصورت جواب جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوالے سے ہر بندہ مومن کو عطا فرمایا! قُلْ اِنَّمَآ

www.naqshbandiaowaisiah.com

اتَّبِعُ مَایُوحَیٰٓ اِلَیَّ مِن رَّبِّی میرے حبیب تمام کائنات کے لئے ایک جواب کافی ہو۔ شیطان ہو، خویش و اقارب ہوں، انسان ہوں، حکمران ہوں، اہل ثروت ہوں، امراء ہوں، طاقتور ہوں، ایک بات کا انہیں یقین دلا دیجئے، فرمادیجئے قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَایُوحَیٰٓ اِلَیَّ مِن رَّبِّی کہ میں وہ کروں گا جو مجھے میرا رب کرنے کا حکم دیتا ہے۔ مجھ پر جو اللہ کی وحی نازل ہوتی ہے اس کا اتباع، اس کی اطاعت، اس کے مطابق میں کام کروں گا۔ ھٰذَا بَصَآئِرُ مِن رَّبِّکُمْ وَ ھُدًی وَّ رَحْمَۃٌ لِّقَوْمٍ یُّوْمِنُوْنَ جتنی باتیں بتائیں گئی ہیں یہ بصائر ہیں، انہیں روشنی دینے والی آنکھوں کی طرح راستہ دکھانے والی باتیں ہیں اور ہدایت ہیں اور رحمت الٰہی ہیں ان تمام لوگوں کے لئے جنہیں نورِ ایمان نصیب ہوا۔ مؤمن کا سارے سوالوں کا، سارے اعتراضات کا ایک جواب کافی ہے کہ کیا یہ بات اللہ کے حکم کے مطابق ہے۔ اگر نہیں تو سب سے بگاڑی جا سکتی ہے رب سے بگاڑی نہیں جا سکتی۔ سادہ سا جواب ہے۔ شیطان بھی اس سے لاجواب ہو جائے گا اور رشتہ دار بھی اس سے خاموش ہو جائیں گے، کوئی یہ دعویٰ نہیں کر سکے گا کہ اللہ کی اطاعت چھوڑ دو اور میرا حکم مانو۔ لیکن اس سے پہلے فرمایا کہ اپنے رویے کو، اپنے آپ کو، اپنے طریقہ کار کو درست کرو۔ اب یہ ذاتی درستگی جو ہے اس کے لئے وہی ایک کیفیت مطلوب ہے جسے قرآن نے تقویٰ کیا ہے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اور

درگزر سے کام لو اور بات کرو تو پیار سے کرو اور اچھی کرو کہ مخاطب کو وہ بات طعنہ نہ لگے، اسے چبھے نہیں۔

آپ کے ارشاد کا ترجمہ مولوی سعدیؒ نے فارسی میں کیا۔ مفہوم کا ترجمہ کیا :۔

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالع ترا طالع کند

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب تم کسی مجلس میں بیٹھتے ہو تو اگر تم ''عطار'' کی دکان پر جا کر بیٹھو، عطر فروش کے پاس جا کر بیٹھو تو ہو سکتا ہے کہ کوئی عطر تمہیں ایسا پسند آجائے کہ کچھ عطر خرید لو اور تمہارے اپنے پاس ایک الگ ذخیرہ چھوٹا سا خوشبو کا آجائے۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو ہو سکتا ہے کہ اپنے کسی عطر کی مشہوری کے لئے یا تمہیں دکھانے کے لئے یا لوگوں کو بتانے کے لئے وہ تمہیں ایک روئی کا گالا لگا کر دے کہ دیکھو میں یہ عطر لایا ہوں کتنا خوبصورت ہے۔ پھر بھی تمہیں کچھ خوشبو مل جائے گی۔ اگر ایسا نہ بھی ہو تو کم از کم جتنی دیر تم وہاں بیٹھے رہو گے اتنی دیر تک تو ایک معطر ماحول میں رہو گے، ایک خوشبودار ماحول، ایک پرسکون ماحول میں بیٹھے رہو گے لیکن اگر تم لوہار کی بھٹی پر جا بیٹھو تو ہو سکتا ہے کہ وہ لوہے کا ہتھوڑا مارے اور وہ ٹوٹ کر تمہارے دامن پر گرے اور جلا دے، کپڑے جلا دے، بدن جلا دے، کوئی چیز آنکھ میں پڑ جائے اور آنکھ سے فارغ ہو جاؤ، ہو سکتا ہے کہ کوئی چھوٹی چنگاری اڑ کر کپڑوں پر پڑے اور انہیں داغدار کر دے اور اگر اس سب نقصان سے بچ جاؤ تو جتنی دیر وہاں بیٹھے رہو گے اتنی دیر آگ کی تپش اور دھواں تمہیں تنگ کرتا رہے گا۔

تو فرمایا کہ اگر تم بدکاروں کے ساتھ مجلس کرو گے، بُری صحبت میں بیٹھو گے، بے دین لوگوں میں بیٹھو گے تو یوں سمجھو کہ لوہار کی بھٹی پر بیٹھے ہو، اور اگر اللہ کے نیک بندوں کی مجلس اختیار کرو گے تو یہ سمجھو کہ تم عطر فروش کی دکان پر بیٹھے ہو۔

یہ کیفیات قلبی جو ہیں یہ صحبت کی محتاج ہیں۔ آپ کسی بندے کو کسی کھلاڑی کے پاس دو چار ماہ بٹھا دیں تو اس عرصہ کے بعد آپ دیکھیں گے کہ وہ آدمی اس کھیل کے تمام اسرار و رموز سیکھ جائے گا اور خود اسے اس کھیل کا شوق پیدا ہو جائے گا۔ کبوتر اڑانے والے کے پاس بٹھا دو، تاش کھیلنے والے کے پاس بٹھا دو، بٹیر لڑانے والے کے پاس بٹھا دو تو اس میں اس کا شوق بھی پیدا ہو جائے گا، ان کی نسلوں، رنگوں ان کے لڑنے کے انداز اور وہ ساری باتیں بھی سیکھ جائے گا۔ اسی طرح اسے بزرگوں کے پاس بٹھا دو، ضعیف العمر لوگوں کے پاس بٹھا دو تو وہ جو پند و نصیحت کی باتیں ہیں اور گزشتہ حوالوں سے جو

بھلی باتیں وہ کرتے ہیں، وہ ان کا عادی ہو جائے گا۔

''صحابی'' ایک لفظ ہے۔لغوی اعتبار سے جس کا معنی ہے ''صحبت یافتہ'' مجلس میں جسے حاضری نصیب ہوئی ہو۔ جسے ملاقات نصیب ہوئی ہو لیکن اس کا معنی شرعی اعتبار سے یہ نہیں ہے۔شرعی اعتبار سے اس کا معنی یہ ہے کہ انبیاء کے بعد غیر صحابی جتنے بھی روئے زمین پر ہیں ان میں دیانت میں، امانت میں، ورع میں، تقویٰ میں، نیکی میں، ایمان میں، ہر کام میں ''صحابی'' ان سے کروڑوں گنا بڑھ کر آگے ہے۔

تو ''صحابی'' کیسے بنے، کثرت نماز سے بنے، کثرت نوافل سے بنے، مجاہدے سے بنے، محنت سے بنے..........؟ نہیں، صحابہ میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو اعلان نبوت کے بعد ایمان لائے اور مکی زندگی میں ابھی نماز کا حکم نہیں آیا تھا کہ وہ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ ان کے زمانے میں تو نماز فرض ہی نہیں ہوئی تھی، رمضان فرض نہیں ہوا تھا، شراب حرام نہیں ہوئی تھی لیکن وہ صحابی ہیں۔

صحابی بنے صحبت محمد رسول اللہ ﷺ سے اور جوں جوں عبادات فرض ہوتی گئیں توں توں انہیں مزہ دیتی گئیں، لطف آتا گیا، عبادتیں انہیں بوجھ نہیں لگیں، انہیں پھر وہ مزہ دیتی گئیں چونکہ پہلے وہ صحبت یافتہ تھے تو صحابی بنے صحبت آقائے نامدار ﷺ سے۔ کوئی چیز سینہ اطہر رسول مقبول ﷺ سے ان

شیطان سے خطرناک ایک اور چیز بھی ہے اور وہ ہیں تمہارے وہ رشتہ دار جو اللہ پر یقین سے دور ہیں۔

کے سینے میں منعکس ہوئی، کوئی نور قلب اطہر رسول ﷺ سے ان کے قلوب میں اترا اور وہ صحابی بن گئے۔اور اس کا اثر یہ ہوا کہ قرآن کریم بتاتا ہے۔ثُمَّ تَلِینُ جُلُودُھُمْ وَ قُلُوبُھُمْ اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ کھال سے لے کر نہاں خانہ دل تک ان کا ہر باڈی سیل اللہ کرنے لگ گیا۔ زبانیں اللہ اللہ کرتی تھیں، نگاہیں اللہ اللہ کرتی تھیں، ہاتھ پاؤں اللہ اللہ کرتے تھے حتیٰ کہ خون، گوشت، ہڈیاں اور اس سے نیچے جائیں تو جب کھال سے دل تک کی بات کی جائے تو آج کی مروجہ زبان میں اس کا معنیٰ بنے گا کہ بدن کا ہر ذرہ، جسم کا ہر سیل، چھوٹے سے چھوٹا حصہ اللہ اللہ کرنے لگ جائے اور سانس ایک مرتبہ آدمی لیتا ہے، دل ایک مرتبہ دھڑکتا ہے لیکن یہ تو گنے نہیں جا سکتے کہ ایک وجود میں کتنے باڈی سیل ہیں یہ تو کھربوں اور اس سے بھی بڑھ جاتی ہے۔ ایک قطرۂ خون میں کھربوں سیل ہوتے ہیں۔ ایک ذرے میں کھربوں ہوتے ہیں تو پوری باڈی میں کتنے سیل ہوں گے اور اگر کسی کی باڈی کا ہر سیل اللہ اللہ کرنے لگ جائے تو بتاؤ کہ ایک سانس میں اس نے کتنی بار اللہ اللہ کی۔ دل کی ایک دھڑکن میں کتنی مرتبہ اللہ کو یاد کیا۔ یہ وہ کیفیت تھی جو براہ راست سینہ اطہر سے منعکس ہو کر ان کے سینوں کو منور کر گئی اور انہیں اللہ کا بندہ بنا گئی۔ صحابہ کی خدمت میں جو پہنچے تابعی بن گئے، تابعین کی خدمت میں جو پہنچے تبع تابعی کہلائے، اثر تھا صحبت کا۔ ورنہ قرآن تو مکمل ہو چکا تھا عہد نبوی میں دین سارا مکمل ہو چکا تھا۔ واجبات، فرائض، سنن سب مکمل ہو چکے تھے۔

ایک ہوتا ہے ایمان ہونا، عمل صالح ہونا، یہ ایک بات ہے اور ایک ہوتا ہے درد دل کا ہونا یہ ایک اور بات ہے۔نجات کے لئے ارشاد ہے نبی کریم ﷺ کا کہ من قال لا الہ الا اللہ کہ جس نے لا الہ الا اللہ کہہ دیا وہ نجات پا گیا۔اب ایمان تو لے آیا اور کسی کے گناہ اللہ کی رحمت کو عاجز تو نہیں کر سکتے، جتنا بھی گناہ گار ہے اگر اس میں رتی برابر بھی ایمان ہے اس پر بھی اللہ معاف کر دے تو بخش دے وہ الگ بات ہے۔ ایک شخص نماز پنجگانہ ادا کرتا ہے، حلال روزی کماتا ہے، سچ بولتا ہے، اللہ اس کا خاتمہ ایمان پر کرتا ہے، اس کی نجات ہو جاتی ہے۔ الحمد للہ، لیکن یہ ایک اور بات ہے۔ عبادات کے ساتھ رہنا اور بات ہے اور درد دل کے ساتھ رہنا ایک اور بات ہے۔اور یہ درد ملتا ہے صالحین کی صحبت سے، یہ درد ملتا ہے کہ تبع تابعین سے جن حضرات نے یہ اخذ کیا، جن کے

www.naqshbandiaowaisiah.com

سینے منور ہوئے جوان کی صحبت میں بیٹھے وہ آگے منتقل ہوا۔ اب چونکہ نبی آخری ہیں (ﷺ)، کتاب آخری ہے، شریعت آخری اور مکمل ہے، اسی طرح یہ کیفیات بھی آخری ہیں جو وہیں سے، اسی مطلع انوار سے تقسیم ہوتی رہیں گی، زمانہ بدلتا رہے گا، لوگ بدلتے رہیں گے، ہر عہد میں اللہ ایسے بندے پیدا کرتا رہے گا جو انوارات سینہء اطہر رسول اللہ ﷺ سے اخذ کرتے ہیں اللہ کی مخلوق میں بانٹتے رہیں گے۔ اور وہ انوارات اگر دل کو نصیب ہوں گے تو اسے ایک حد تقویٰ بھی نصیب ہوگا۔ اور پھر جب اس پر محنت کرے گا، اس کو بڑھائے گا اس پر رات دن مجاہدہ کرے گا اور ساتھ اللہ کی رحمت شامل حال ہوگی تو شیطان سے دفاع بھی نصیب ہوگا، معاشرے میں رہنے کا ڈھنگ اور اسلوب بھی نصیب ہوگا اور سب سے بڑی بات یہ کہ اللہ حاکم ہے ہم محکوم ہیں، مخلوق ہیں حکم ماننا ہماری مجبوری ہے لیکن مجبوراً ماننے سے آگے بڑھ کر دردِ دل سے ماننا، اس کی تمنا اور بات ہے۔ جس طرح کسی پیاسے کے لئے ٹھنڈا اور میٹھا شربت روح افزا ہوتا ہے اسی طرح ہر شرعی حکم اس کے لئے ایک نیا جامِ جم بن جائے گا، روح کی غذا بن جائے گا اس کی مسرت اور نئی خوشی کی لہر لانے کا سبب بن جائے گا اور اگر یہ کیفیت جسے قرآن تقویٰ کہتا ہے نصیب نہیں ہوگی، کسی اللہ کے بندے کی صحبت نصیب نہیں ہوگی، دل میں دردِ دل نہیں آئے گا........ اللہ قبول فرمائے لیکن ہماری عبادتیں بھی محض ایکسر سائیز بن کر رہ جائیں گی۔ دل

ایمان اور عمل صالح کا ہونا ایک بات ہے لیکن دردِ دل کا ہونا ایک اور بات ہے۔

کہیں اور ہوگا دماغ کہیں اور ہوگا، اٹھک بیٹھک ہم کہیں اور کر رہے ہوں گے۔ عمل چھوڑ دینے یا نہ کرنے سے تو یہ کروڑوں درجے بہتر ہے لیکن گزارا ہی ہوگا اور دنیا میں کوئی شخص محض گزارے پر زندہ نہیں رہتا۔ کسی کو کہیں کہ بھئی چلو خیر ہے تمہاری دو روپے کی مزدوری ہو جاتی ہے تو وہ آگے سے کہتا ہے کہ دو کی چار ہو جائے تو کیا حرج ہے۔ ہر شخص .... ریڑھی والا بھی کوشش کرتا ہے کہ میرا بیٹا ریڑھی نہ لگائے کم از کم پڑھ کر مدرس ہی لگ جائے۔ مدرس کوشش کرتا ہے کہ میرا بیٹا بھی مجسٹریٹ ہو جائے اور ہوتا بھی ہے دنیا میں ایسا۔ باپ محنت کرتا تھا بیٹا ایک اچھی پوسٹ پر آ جاتا ہے۔

دنیاوی امور میں ہم بہتر سے بہتر کی تلاش میں رہتے ہیں اسی طرح تعلقات باری، اطاعت الٰہی اور رشتہء الفت رسول اللہ ﷺ میں بھی بہتر سے بہترین کی طرف بڑھتے رہنا ہی عین زندگی ہے اور ایک بات یاد رکھ لو! جن لوگوں کو یہ انوارات قلبی نصیب ہو جاتے ہیں میرا یقین یہ ہے کہ وہ اس دنیا میں بھی جنت میں رہتے ہیں۔

لوگ دو طرح سے جیتے ہیں یا جنت میں یا جہنم میں۔ اگر ہمارا کردار ایسا ہو........ جنت اور جہنم دو حقیقتیں ہیں اور یہ دنیا ایک پرتو ہے۔ یہ حقیقت نہیں ہے، یہ محدود سا ایک وقت ہے۔ اس کی ابتدا بھی ہے اس کی انتہا بھی ہے۔ میرے پاس آج ایک خط تھا اور میں نے بڑی دیر اسے سوچا، بہت خوبصورت جملے لکھے ہوئے تھے جیسے یہ کہ :

"زندگی تین لمحے ہے۔ ایک لمحہ زندگی کا وہ تھا جب مجھے اپنی زندگی کا شعور ہی نہیں تھا جو بچپن کی نذر ہو گیا پتہ ہی نہیں لگا........ وہ قضا ہو گیا۔ تیسرے لمحے کو جب میں دیکھتا ہوں تو موت کی تاریکی کے سوا زندگی کچھ نہیں۔ اب درمیان میں بچتا ہے دوسرا لمحہ۔ دوسرا لمحہ وہ ہے جو اب میرے پاس ہے اور مجھے نہیں پتہ کہ اگلے لمحے میرے پاس ہوگا یا نہیں۔ اس ایک لمحے میں میری مدد کیجئے کہ میں یہ لمحہ یادِ الٰہی میں بسر کرسکوں۔ مجھے جو کچھ زادِ راہ جمع کرنا ہے اس کے لئے میرے پاس یہ ایک لمحہ ہے۔ جس کی میرے پاس کوئی سند نہیں ہے کہ یہ ابھی ختم ہو جائے گا، شام کو ختم ہوگا، مہینے بعد ختم ہوگا یا پچاس سال اور چلے گا۔ ہر لمحہ، ہر آن اس کا آخری وقت ہوسکتا ہے۔ اس نے بہت خوبصورت بات لکھی کہ مجھے کچھ نہیں چاہئے۔ میری اتنی مدد ہو جائے کہ میرا وہ لمحہ ضائع نہ جائے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

تو میرے بھائی ! جو لوگ اطاعت الٰہی کے سائے میں گھومتے ہیں اور جنہیں قلبی کیفیات نصیب ہو جاتی ہیں اور جن کے مقدر

> دنیاوی امور میں ہم بہتر سے بہتر کی تلاش میں رہتے ہیں اسی طرح اطاعت الٰہی میں بھی بہتر سے بہترین کی طرف بڑھتے رہنا ہی عین زندگی ہے۔

میں اللہ جنت کر دیتا ہے تو جنت چونکہ حقیقت ہے، مضبوط ہے اس لئے اس کا سایہ یہاں کی زندگی پر بھی پڑتا ہے۔ اور ایسے لوگ بڑے مطمئن انداز میں جیتے ہیں۔

وہ لوگ جو پھانسیوں پر لٹک جاتے ہیں اور ہنس رہے ہوتے ہیں، وہ جن کے گلے کٹ جاتے ہیں اور وہ پرواہ نہیں کرتے وہ لوگ جو گولیوں سے اڑا دیئے جاتے ہیں اور وہ پیچھے نہیں ہٹتے اس کے پیچھے راز یہی ہے کہ ان کی زندگی پر جنت کا پرتو پڑ رہا ہوتا ہے۔ لیکن جب اطاعت الٰہی کی حدود سے کوئی نکل جاتا ہے تو جتنا کوئی بدکار یا جتنا کوئی بے دین ہوتا ہے اتنا اتنا جہنم میں اس کی جگہ بنتی جاتی ہے، اتنا پرتو جہنم کا اس کی زندگی پر پڑ رہا ہوتا ہے۔ وہ خواہ حکومت بھی کرتا رہے لیکن سکون کا ایک لمحہ اسے نصیب نہیں ہوتا۔ پریشانیاں اس کا مقدر بن جاتی ہیں، ڈر اس کا نصیب بن جاتا ہے، سوتا ہوا بھی ڈرتا ہے، جاگتا ہوا بھی ڈرتا ہے، کھاتا بھی ڈرتا ہے، پیتا بھی ڈرتا ہے، ڈرتا ہی رہتا ہے اور ڈرتے ڈرتے دنیا سے گزر جاتا ہے اور زندگی میں سکون اور اطمینان نام کی کوئی چیز اس کے لئے نہیں رہتی۔

تو میرے بھائی ! زندگی جینے کے لئے بھی ہمیں اللہ کی اطاعت اور دامان مصطفوی کی ضرورت ہے اس کے علاوہ زندگی بجائے خود عذاب بن جاتی ہے۔ اللہ بھی سب کا ہے، اللہ کا نبی بھی سب کا ہے۔ دامان رحمت سب کے لئے کھلا ہے۔ ہاں! وہ لوگ خوش نصیب ہیں جو اس طرف پلٹ جاتے ہیں۔ اور وہ بڑے بدنصیب ہیں جو کہتے ہیں کہ یہ ہمارے بس کا روگ نہیں ہے۔ اس میں بس چلنے کی بات نہیں ہے۔ اب میں کہوں کہ میرا بس نہیں چلتا میں سانس کیسے لوں سانس نہیں لوں گا تو زندگی ختم ہو جائے گی۔ یہ بس کی بات تو نہیں ہے میری مجبوری ہے۔ اسی طرح عشق الٰہی اور عشق رسول ہماری ضرورت ہے سانس کے آنے جانے سے بھی زیادہ بڑی ضرورت ہے، جہاں سے بھی ملے خریدو، تلاش کرو، کوئی تو ایسا بندہ ہو گا جب دنیا پہ اللہ نے دین کو قائم رکھنا ہے، قرآن نے قائم رہنا ہے، نبوت اور سنت نے قائم رہنا ہے تو کیفیات نبوی نے قائم کیوں نہیں رہنا، کہیں نہ کہیں تو کوئی ہو گا۔

روٹی کیلئے ہم دنیا کے سارے ممالک میں تلاش کر لیتے ہیں۔ میں جاپان سے امریکہ اور چین سے افریقہ تک پھرا ہوں، میں جہاں جہاں بھی گیا ہوں پاکستانی مجھے وہاں وہاں ملے ہیں، وہ روٹی کی تلاش میں گئے ہیں۔ اس کی تلاش میں بھی دنیا اتنی وسیع نہیں ہے اس کو بھی تلاش کرنا چاہئے اور دین اور آخرت کے معاملے میں ہم گزارا کرتے ہیں اور یہ گزارہ کرنیوالی بات نہیں ہے بلکہ یہ کمائی کرنے کا اصل کام ہے۔

گزارے والی بات دنیا پر صادق آتی ہے، دنیا میں گزارہ ہو سکتا ہے لیکن آخرت کی زندگی کبھی نہ ختم ہونے والی، کبھی نہ مٹنے والی اور پھر قرب اور وصال کی لذتیں عجیب ہیں۔ اللہ

> **جب دنیا پہ اللہ نے دین کو قائم رکھنا ہے،قرآن نے قائم رہنا ہے،نبوت اور سنت نے قائم رہنا ہے تو کیفیاتِ نبوی نے قائم کیوں نہیں رہنا۔**

کریم ہر بندہ مومن کو نصیب فرمائے، سب کو ہدایت پر قائم رکھے اور اتحاد و اتفاق نصیب فرمائے۔

☆☆☆☆☆☆

www.naqshbandiaowaisiah.com

سکون

ابھی زندگی کی مہلت باقی ہے، سانس کی آمد و شد باقی ہے اور اللہ کی رحمت اس سے وسیع ہے کہ ہمارے گناہ اس کو عاجز کر سکیں۔ ہم جتنے گناہ بھی کر چکے ہیں ان سب کا علاج "توبہ" ہے اللہ ہمیں پھر سے توبہ کی توفیق دے۔ پھر ہم اس کے پاس واپس آئیں۔ یہی ایک دروازہ ہے اللہ اور اللہ کے رسول کے نام کا اللہ کی یاد کا، اللہ اور اس کے حبیب ﷺ کی اطاعت کا۔ اپنے آپ کو پکڑ کر لائیے، کھینچ کر لائیے، زبردستی لائیے لیکن اس دروازے پر لائیے تو آپ دوسروں کے لئے بھی مفید بن سکتے ہیں۔

اگر ہم روزانہ ایک آیۂ مبارک اور اس کا ترجمہ ہی پڑھ لیں، اور یہ سوچنے کا تکلف کر لیں کہ اللہ کریم نے کیا حکم دیا ہے اور میں کیا کرنے چلا ہوں تو عین ممکن ہے کہ اس کی رحمت ہمارا ساتھ دے اور ہمارا وہ دن شریعت کے مطابق گزر جائے اور ہمارے گناہوں کا پلڑا کم ہو جائے اور نیکی کی توفیق زیادہ ہو جائے۔

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان، منارہ 17-05-2002

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم o

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم o

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ o

اَللّٰھُمَّ سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ o

مَوْلَا یَا صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ مَنْ ذَاتُہٗ بِہِ الْعُصُرُوْا۔

انسان اللہ کریم کی ایک بہت ہی خوبصورت، بہت ہی متناسب اور بے مثال تخلیق ہے۔ ارشاد باری ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ کہ انسان کو ہم نے بہت خوبصورت انداز میں پیدا فرمایا ہے۔ انسان میں روح بھی ہے جس کا تعلق امر باری سے ہے قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ کہ روح بھی اللہ تعالیٰ کے امر میں سے ہے اور امر اللہ کی صفت ہے۔ لہٰذا انسان، بدن اور ایسی روح کا آمیزہ ہے جس کا تعلق امر الٰہی سے ہے۔ لہٰذا اس میں دونوں رخ موجود ہیں۔ اس کا بدن خاکی ہے، گوشت پوست کا وجود خاکی غذا سے مطمئن ہوتا ہے اور جو اجناس خاک سے پیدا ہوتی ہیں وہی اس کا حصہ بنتی ہیں، اس کی غذا بنتی ہیں، اس کی دوا بنتی ہیں۔ اسے زندہ اور توانا رکھنے کے لئے، اس کی بقا کے لئے وہی دوائیں اور وہی غذائیں ضروری ہوتی ہیں اب اگر کوئی شخص کھانا پینا چھوڑ دے یا کسی کو مناسب غذا نہ ملے تو اس کی جسمانی حالت صحیح نہیں رہتی۔

انسان صرف جسم کی صحت سے مطمئن نہیں ہوتا۔ برخلاف دوسرے جانداروں کے کہ دوسرے جاندار جو ہیں ان میں بھی روح تو ہے لیکن وہ روح عالم امر سے نہیں ہے بلکہ وہی جو آمیزہ ان کے بدن کا تیار ہوتا ہے اور جو خون بنتا ہے اسی سے اللہ کریم ایک روح کی صورت، زندگی کی صورت پیدا فرما دیتے ہیں۔ جس طرح ان کے وجود فانی ہیں اسی طرح ان کی روحیں بھی فانی ہیں۔ انسان کے علاوہ زمین پر بسنے والی مخلوق کے جس طرح وجود فانی ہیں ان کی روحیں بھی فانی ہیں۔ اگرچہ قیامت کو بھی اللہ کریم انہیں دوبارہ زندہ فرمائیں گے، ان کا بھی انصاف فرمائیں گے .... نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اگر کسی بکری نے کسی دوسری بکری کو سینگ مارا ہوگا تو اس کا بھی حساب ہوگا لیکن بالآخر سارے فناہ ہو جائیں گے۔ انسان فناہ نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ اس کی روح جو ہے اس کا تعلق امر باری سے ہے۔ امر صفت ہے اللہ کی اور اللہ کی جس طرح ذات باقی ہے اسی طرح اس کی ساری صفات بھی باقی ہیں، لافانی ہیں، ازلی ہیں۔ تو انسان کو باقی رہنا ہوگا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہنا ہوگا۔ اب یہ جو دائمی اور ابدی زندگی ہے اس سارے کا مدار ہوگا اس کی اس دنیاوی حیات پر کہ اس میں اس نے صرف جسم کے تقاضے پورے کئے یا روح کو بھی سیراب کیا۔ حیوانوں میں نہ وہ شعور ہے اور نہ وہ روح

www.naqshbandiaowaisiah.com

ہے۔ انسان میں دونوں چیزیں موجود ہیں۔ شعور بھی ہے اور روح بھی امر باری سے تعلق رکھتی ہے۔ اس لئے انسانوں کی طرف انبیاء کرام مبعوث فرمائے گئے۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام روح کی زندگی کا منبع و مصدر ہوتے ہیں اور نبی پر ایمان لانے سے روح میں حیات پیدا ہوتی ہے لیکن باقی رہنے کے لئے صرف حیات ضروری نہیں ہوتی بلکہ حیات کو باقی رکھنے کے لئے غذا اور دوا ضروری ہوتی ہے۔ تو جس طرح مادی بدن کی غذا اور دوا مادی ہے اسی طرح روح کی غذا اس کی دوا بھی روحانی ہے۔

ہر وہ عمل جو اللہ کے رسول کی اطاعت میں کیا جائے وہ روح کی غذا بنتا ہے، روح کی دوا بنتا ہے اور روح کی غذا ہی اس کی دوا بھی ہوتی ہے جس طرح مادی وجود کے لئے دودھ ہے کہ وہ غذا بھی ہے، دوا بھی ہے.......... شہد ہے، وہ غذا بھی ہے، دوا بھی ہے۔ اسی طرح اتباع پیغمبر ﷺ روح کے لئے غذا بھی ہے اور دوا بھی ہے۔ انسان کو صرف زندہ رہنا اور زندگی کو باقی رکھنا ہی اطمینان نہیں دیتا۔ اسے کوئی نہ کوئی پریشانی لاحق رہتی ہے۔ زندگی بجائے خود اس کے لئے پریشانیوں کا سبب بن جاتی ہے۔ کبھی بیماری اسے پریشان کرتی ہے کبھی دوسروں کا برا سلوک اسے پریشان کرتا ہے کبھی آرزوئیں اور خواہشات جو پوری نہیں ہوتیں وہ اس کی نیندیں اڑا دیتی ہیں۔ غرض اتنی بہت سی بے شمار چیزیں ہیں جو اسے پرسکون نہیں رہنے دیتیں اور

ہر وہ عمل جو اللہ کے رسول کی اطاعت میں کیا جائے وہ روح کی غذا بنتا ہے۔

آپ دیکھ لیجئے کہ جنہیں ایمان نصیب نہیں ہوتا وہ خواہ روئے زمین کی سلطنت بھی حاصل کر لیں تو انہیں سکون نصیب نہیں ہوتا۔

ہم بظاہر تو مغرب کی زندگی کے بڑے شیدا ہیں۔ ان جیسا بننا چاہتے ہیں اور اسے ہم ترقی سمجھتے ہیں لیکن اس ترقی کی صحیح تصویر اگر مغرب میں جا کر دیکھی جائے تو یوں نظر آتا ہے جیسے یہ بستیاں انسانوں کی بستیاں نہیں ہیں یہ کوئی اور مخلوق ہے جس میں کوئی انسانی قید نہیں، کوئی اخلاقیات نہیں، کوئی شرم و حیا نہیں، کوئی چھوٹا بڑا، بہن بھائی یا ماں باپ نہیں۔ جس میں ہر کوئی اکیلا ہے۔

اب ہمارے ہاں بھی ایک جملہ عام ہو گیا ہے اور ہمارا ایک خاص طبقہ.......... یا جس کے پاس کچھ کھانے کو آ جائے وہ اس میں شامل ہو جاتا ہے، وہ انگریزی کا ایک جملہ استعمال کرتے ہیں، خطوں میں لکھا جاتا ہے، ملاقات پر کہا جاتا ہے ''Take care'' یا ''Take care of yourself'' یا ''Care yourself'' یہ بظاہر ایک چھوٹا سا جملہ ہے لیکن یہ غیر اسلامی تہذیب کی پوری عکاسی کر جاتا ہے۔ اس کا مفہوم ہے کہ خود اپنا دھیان رکھے گا۔ یعنی غیر اسلامی معاشرے میں کوئی دوسرا بندہ، دوسرے کا حال پوچھنے کی فرصت نہیں پاتا۔ جو ملتے ہیں وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ خود اپنا دھیان رکھنا، اپنی احتیاط خود کرنا یعنی ہر کوئی اکیلا اکیلا جی رہا ہے۔ اب آپ باقی جرائم کو چھوڑ دیجئے جو اس معاشرے میں ہیں صرف یہی ایک بات بنیادی انسانی تصور کے خلاف ہے کیونکہ انسان انس سے بنا ہے۔ انسان مدنی الطبع ہے۔ مل جل کر رہنے والا ہے، ایک دوسرے کا محتاج ہے، ایک دوسرے سے مدد لینے کا محتاج ہے۔ اپنی زندگی کے لئے۔ لیکن اگر ہر انسان کو اکیلے ہی جینا پڑے اور غیر اسلامی معاشرے میں واقعی ہر کوئی اکیلا جیتا ہے۔ کوئی کسی کا پرسانِ حال نہیں ہوتا۔

اسلامی معاشرہ بنیادی طور پر انسان کو ایک محبت کا رنگ عطا کرتا ہے یعنی ایک مرکزیت اس کی بن جاتی ہے۔ اللہ سے تعلق بنتا ہے، اللہ کے حبیب ﷺ سے تعلق بنتا ہے اور یہ جو یکسانیت ہوتی ہے رشتوں کی یہ آپس میں بھی محبت پیدا کرتی ہے اور ایک دوسرے کے دکھ سکھ کے اور ایک دوسرے کے احوال کے شریک ہو جاتے ہیں۔ اس کے بغیر اور تو سب کچھ ہو سکتا ہے۔ انسان اقتدار بھی پا سکتا ہے، دولت مل سکتا ہے لیکن اسے سکون نہیں ملتا۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

آج کے مغرب میں ایک بہت بڑی بیماری ہے اور امریکہ میں یہ بیماری بہت زیادہ ہے۔ نفسیاتی معالج یا سائیکیٹرس اس سے بہت کما رہے ہیں او یہ عجیب بیماری ہے کہ ہر آدمی ڈرتا ہے۔ ہر آدمی کو ڈر لگتا ہے۔ اسے پوچھا جائے کہ کس سے ڈرتے ہو، کیوں ڈرتے ہو تو وہ کہتا ہے کہ مجھے کوئی پتہ نہیں ہے کہ کس سے ڈرتا ہوں، کیوں ڈرتا ہوں لیکن ڈرتا ہوں۔ ایسے واقعات ہیں کہ شام کو آدمی کرسی پر بیٹھتا ہے اور سورج نکلنے کا انتظار کرتا ہے اور ساری رات بیٹھا رہتا ہے۔ کیوں؟ ڈرتا ہوں، نیند نہیں آتی......... یہ کس سے ڈرتے ہیں یہ کوئی پتہ نہیں.........اس کا نام ہی انہوں نے رکھا ہوا ہے...... The fear of unknown یعنی ان دیکھا خوف......... یہ ان دیکھا خوف کس بات کا ہے؟ وہ جو ان کی روح کو حیات ہی نصیب نہیں ہے، ایمان ہی نصیب نہیں ہے.........تو ایمان [illegible] بنتا ہے رشتہ جوڑنے کی، اللہ اور اللہ کے رسول کے ساتھ، جو اطاعت سے مضبوط ہوتا ہے۔ ہر اطاعت ایک تار بنتی جاتی ہے۔ اب آپ جتنی تاریں اکٹھی کر کے اسے بٹیں گے اتنا ہی مضبوط رسہ بنے گا۔ اسی طرح ہر اطاعت جو ہے وہ ایک تار بنتی جاتی ہے اور یوں تعلق کا یا رشتے کا جو رسا بنتا ہے وہ مضبوط ہوتا چلا جاتا ہے۔

اسی لئے قرآن حکیم نے یہ فیصلہ دے دیا.........''اَلَا'' عربی میں یہ لفظ اس جگہ استعمال ہوتا ہے جہاں زیادہ تلقین یا تاکید مقصود ہوتی ہے کہ یہ پکی بات ہے، خوب اچھی طرح سے سن لو، یہ قول فیصل ہے، یہ یقینی بات ہے، بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ اللہ کی یاد سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ اس کا کوئی متبادل نہیں ہے۔ اگر اللہ کی یاد نہیں ہوگی، اللہ کا ذکر نہیں ہوگا تو اس کا کوئی متبادل نہیں ہے کہ آدمی کا قلب مطمئن ہو سکے، اس کی روح مطمئن ہو سکے، اس کے اندر سکون آ سکے۔ اب عجیب بات یہ ہے کہ جسے نورِ ایمان نصیب ہوتا ہے کیا اس پر مصیبتیں نہیں آتیں؟ یا وہ اطاعت کی توفیق پاتا ہے، ہمہ وقت ذکرِ الٰہی بھی کرتا ہے، تلاوت کلام مجید سے اللہ اسے مشرف فرماتا ہے، پانچ وقت نماز ادا کرتا ہے، اللہ کے روبرو پاکیزگی کی حالت میں پیش ہوتا ہے۔ یہ سارا کچھ کرنے کے بعد کیا اس پر مصیبت نہیں آتی؟ کیا وہ بیمار نہیں ہوتا؟ کیا وہ شہید نہیں ہوتا؟ کیا اسے زخم نہیں لگتا؟......... یہ سب کچھ ہوتا ہے۔ بیماری بھی اس پہ آتی ہے، دنیاوی معاملات میں تنگی و فراخی بھی اس پہ آتی ہے اور بعض اوقات راہِ حق میں اسے شہید بھی ہونا پڑتا ہے لیکن وہ پریشان نہیں ہوتا......... یہ ایک بڑی عجیب بات ہے۔ پریشانی اس کے نزدیک نہیں آتی......... وہ پریشان نہیں ہوتا......... اس لئے کہ وہ اللہ کی یاد اور اللہ کے حبیب کی محبت اور اطاعت کی وجہ سے اللہ اور اس کے رسول کے اتنا قریب ہوتا ہے کہ راحت و مصیبت کا وہاں مفہوم بدل جاتا ہے حتیٰ کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ قیامت کے دن ان لوگوں سے جو اللہ کی راہ میں قتل کر دیئے گئے، اللہ کریم پوچھیں گے کہ تمہاری کوئی خواہش و آرزو اگر ہے تو بیان کرو کہ تم کیا چاہتے ہو؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد عالی کا مفہوم ہے کہ وہ عرض کریں گے کہ بارالٰہا! پھر سے وہی عالم ہو، پھر سے وہی دنیا ہو، پھر سے وہی حق و باطل کا معرکہ ہو، پھر سے ہم تیری طرف سے اور تیرے نبی کے دین کیلئے میدان میں اتریں اور اسی طرح سے پھر سے قتل کئے جائیں اور وہ جو مزہ قتل ہو کر راہِ حق میں شہید ہو کر مرنے کا آتا ہے ایک بار پھر نصیب ہو جائے۔

عجیب بات ہے کہ قتل کا نام ہی دردناک اور ڈراؤنا ہے، اس سے بدن کے پرخچے اڑ جاتے ہیں تو اس میں کون سی راحت ملتی ہے؟ لیکن جب اللہ کا ساتھ نصیب ہو، معیتِ باری نصیب ہو تو وہ ایسا قادر ہے کہ کسی کے لئے نرم اور راحت آفرین بستر میں لذت نہیں چھوڑتا اور دوسرے کے لئے میدانِ کارزار میں قتل ہونے میں بھی لذت رکھ دیتا ہے۔ وہ وہی قادر ہے جو پھلوں میں شیرینی رکھتا ہے اور وہ قادر ہے کہ ایک درخت کا پھل کڑوا کر دیتا ہے۔ ایک سے زندگی ملتی ہے اور ایسا درخت بھی مل سکتا ہے جس کے پھل سے موت واقع ہو جائے۔ ہر چیز میں اثر وہ خود پیدا کرتا ہے۔ وہ چاہے تو موت کو بھی لذیذ بنا دے، وہ چاہے تو دنیاوی مسائل میں بھی راحت پیدا فرما دے، وہ چاہے تو بیماری میں بھی مزہ پیدا کر دے، وہ قادر ہے۔

اصل جو لطف ہوتا ہے زندگی کا وہ چیزوں میں نہیں ہے۔ انسان کے لئے ....

حیوان کے لئے تو چیزوں میں ہے، جانور کو چارہ کھلا دو وہ اپنا پیٹ بھر کر بے فکر ہو جائے گا، اس کے ساتھی کو ذبح کر دو، گائے کا بچھڑا ذبح کر دو تو کسی کو فکر نہیں ہوگی اس کا پیٹ بھر گیا تو بس وہ مطمئن ہے کیونکہ وہ صرف جسم ہے۔

انسان صرف جسم نہیں ہے، اس کے ساتھ روح بھی ہے۔ یہ صرف جسمانی غذا سے سکون نہیں پا سکتا۔ زندہ رہ سکتا ہے، صحت مند رہ سکتا ہے لیکن مطمئن نہیں ہوتا اور سارے کا سارا اطمینان یادالٰہی میں ہے۔ ایمان لانا، اللہ کو ماننا، اللہ کے حبیب ﷺ کو ماننا، ضروریات دین کو ماننا یہ بجائے خود ذکر الٰہی ہے۔ ایک حد تک کافر سے بہتر ہو جاتا ہے، اس کی روح کو حیات مل جاتی ہے۔ تو ہر وہ کام جو ہم اللہ کی اطاعت میں یا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کے مطابق کرتے ہیں وہ عملاً یادالٰہی ہے.......... کیوں کرتے ہیں؟ یہ اللہ کا حکم اس طرح سے ہے۔ اس کے ساتھ اللہ کی، اللہ کے حبیب ﷺ کی یاد وابستہ ہو جاتی ہے وہ عملاً یاد بن جاتا ہے اور اس سے بڑھ کر اگر کسی کو تلاوت نصیب ہو جاتی ہے، تسبیحات نصیب ہو جاتی ہیں تو یہ ذکر لسانی ہے اور یہ زبانی یاد بن جاتی ہے لیکن اس سے بھی بڑھ کر اگر کسی کو ذکر قلبی نصیب ہو جاتا ہے تو وہ بہت بڑا خوش نصیب ہے۔ تو اسے اللہ کی یاد کا اعلیٰ ترین ذریعہ نصیب ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ اگر ہم سات منزلہ مکان بناتے ہیں تو ساتویں منزل نیچے کی چھ منزلوں پر قائم رہتی ہے اگر نیچے کی کوئی منزل بھی گرا دی جائے تو ساتویں

انسان صرف جسم نہیں ہے، اس کے ساتھ روح بھی ہے، یہ صرف جسمانی غذا سے سکون نہیں پا سکتا۔

از خود گر جاتی ہے۔

اب اگر کسی کو ذکر قلبی نصیب ہو جائے تو اس کی بنیاد نورِ ایمان ہے، عقائد کی درستگی ہے پھر اس کے بعد اتباع شریعت ہے پھر اس پر جا کر پھر ذکر لسانی ہے پھر اس کے بعد ذکر قلبی کا نمبر آتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ باقی کی جو نیچے منزلیں ہیں وہاں سے چل کر وہ وہاں تک پہنچا ہے، ان کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے اس کو قائم رکھنے کے لئے۔ اگر شریعت پر عمل چھوٹ جائے خدانہ کرے تو پھر ذکر کی توفیق بھی سلب ہونے لگتی ہے اور باقی نہیں رہتی۔

تو ایسے ہی دوستوں کے خط آتے ہیں کہ جی! دعا فرمائیں جی کہ ذکر میں سستی ہو رہی ہے.......... ذکر دعا سے تو نہیں ملتا یہ ایک عمل ہے جس کے تم خود مکلف ہو۔ کبھی یہ تو آپ نے نہیں لکھا کہ دعا فرمائیں کہ میرا کھانے کو جی نہیں چاہتا، پینے کو جی نہیں چاہتا۔ ہر کام کے لئے، کسی کے لئے دعا کی ضرورت نہیں پڑتی، جو روٹین ورک ہیں زندگی کے وہ سارے ہوتے رہتے ہیں تو ذکر کے لئے دعا کی ضرورت کیوں پڑتی ہے وہ اس لئے کہ بنیادیں کمزور ہو گئیں، نیچے کی منازل کو گھن لگ گیا، ایک وقت کی نماز ادا کر لی ایک کی چھوٹ گئی، کھانے پینے میں حلال و حرام کی تمیز چھوٹ گئی، بات کرنے میں سچ اور جھوٹ کی تمیز چھوٹ گئی، دامان محمد رسول اللہ ﷺ اطاعت سے ہاتھ میں رہتا ہے اور عدم اطاعت سے چھوٹنے لگتا ہے۔ اب اگر دامان نبوت خدانہ کرے ہاتھ سے نکلنے لگے تو یادِ الٰہی، ذکر الٰہی اور سکون قلب کس طرح اور کس بنیاد پر باقی رہے گا اور اسے باقی رکھنے کا کیا جواز رہ جاتا ہے، یہ کون سی دعا ہے؟ دنیا عالم اسباب ہے اور اس میں اگر کوئی نیچے کی پانچ منزلیں، تین منزلیں، چار منزلیں کہتا ہے کہ گرنے دو جی، ساتویں منزل کے لئے دعا کرو کہ وہ اپنی جگہ پر قائم رہے تو کیا اسے آپ عقلمند سمجھیں گے۔ ساتویں کو قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ نیچے کی سب منازل کو قائم رکھئے اور اس کے ساتھ پھر دعا بھی کریں کہ اللہ انہیں قائم رکھنے کی بھی توفیق دے اور آخری منزل کو بھی قائم رکھنے کی توفیق دے.......... پھر تو دعا کی سمجھ آ جاتی ہے اور اللہ نہ کرے اگر ہم نیچے کی منازل کو گرا دیں، عمل چھوڑ دیں، اتباع شریعت چھوڑ دیں اور ساتویں منزل کے قائم رہنے کی دعا کریں تو یہ کیسے ممکن ہے؟

اب عجیب حالات سے دو چار ہیں ہم۔ ایک انسان کے لئے، مسلمان ہونے کے

www.naqshbandiaowaisiah.com

بعد، اسلامی ریاست میں رہنے کے بعد اتنے نظر نہ آنے والے خوف پیدا ہو گئے ہیں کہ اس کی زندگی اجیرن ہو گئی ہے، روزگار کے مواقع میسر نہیں، مہنگائی کا عفریت دن بدن طاقتور ہوتا جا رہا ہے، بجٹ کا مہینہ ابھی نہیں آیا اور میرا خیال ہے، میں نے گنا نہیں، پچھلے بارہ مہینوں میں شاید بارہ مرتبہ تیل کی قیمتیں چڑھیں، بجٹ سے پہلے ہی قیمتوں میں اضافے سرکاری طور پر ہو گئے اور تیل ایک ایسی عجیب بنیادی اہمیت کی شے ہے کہ جب تیل مہنگا ہوتا ہے تو زندگی کی ضرورت کی ہر چیز مہنگی ہو جاتی ہے۔ اس لئے نہیں کہ تیل سے گندم اگتی ہے، اس لئے نہیں کہ تیل سے کپڑا بنتا ہے لیکن اگر آپ دیکھیں تو واقعی گندم بھی تیل ہی سے اُگ رہی ہے............ ساری مشینری جو تیل سے چلتی ہے، گندم اگانے والے ٹیوب ویل بھی تیل سے چلتے ہیں اور تیل ہی سے بار برداری کا سارا کام بھی لیا جاتا ہے، سواری کا سارا کام بھی لیا جاتا ہے، مشینیں بھی تیل سے چلتی ہیں، موٹریں بھی تیل سے چلتی ہیں، ٹرک بھی تیل سے چلتے ہیں تو اگر ٹریکٹروں کا ڈیزل مہنگا ہوگا، اگر ٹرکوں کا کرایہ مہنگا ہوگا تو زندگی کی کونسی چیز ہے جس پر اس مہنگائی کا اثر نہیں پڑے گا۔ اب اس کے ساتھ ایک اور تماشا غیر یقینی حالات کا ہے۔ کہ جی دونوں ممالک کی فوجیں سرحدوں پر کھڑی ہیں اور آج کا ہندوستان کا یہ بیان بھی پڑھا میں نے کہ اب کشمیر کو آزاد کرانے کا وقت آ گیا ہے اور یہ سرحد پار سے یہ دخل اندازیاں اس وقت تک بند نہیں ہونگی جب تک ہم اس پر حملہ نہیں کرتے اور فوجی قوت سے ہم اسے حاصل نہیں کرتے۔

اگر ہندوستان کشمیر پر، خدانہ کرے، واقعی فوجی کارروائی کرتا ہے تو کیا صورت حال ہوگی اور کیا بنے گا یہ اتنا خوف ناک تصور ہے کہ بندہ جس میں اللہ نے شعور پیدا کیا ہے کوئی بھی اسے سوچنا بھی گوارا نہیں کرتا۔ اور یہ مفلس اور بے کار اور بے روزگار، بیماری اور بھوک کے مارے ہوئے لوگ جن کے لئے دواؤں پر بھی گورنمنٹ نے اتنے ٹیکس لگا دیئے ہیں کہ دوائیں جو پہلے ہی بہت مہنگی تھیں اب لائیو سیونگ ڈرگ یعنی زندگی بچانے والی ادویات پر بھی مزید جنرل سیلز ٹیکس لگا دیا ہے۔

یہ لوگ جو پہلے ہی بے موت مر رہے ہیں، خدانہ کرے، ان پر جنگ بھی مسلط ہوگئی تو ان کا کیا ہوگا۔ اب یہ صورت حال جو ہے یہ ایسے ہی ہے جیسے بندہ کسی اژدہا کے منہ میں بیٹھ رہا ہو۔ اس پر گھبراہٹ نہیں ہوگی، اس پر خوف مسلط نہیں ہوگا، اس کا دل نہیں ڈوبے گا تو اور کیا ہوگا۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ بندۂ مومن اگر اس کا ایمان درست ہے، اگر اللہ نے اسے توفیق دی ہے اور وہ اللہ کو سجدے بھی کر لیتا ہے، رزق حلال کھاتا ہے، اس کو یادِ الٰہی بھی نصیب ہے تو اژدہا کے جبڑے میں بیٹھے ہوئے بھی اس میں یہ حوصلہ ہوتا ہے کہ اژدھا کا جبڑا بھی چیرا جا سکتا ہے۔ ضروری نہیں کہ اژدھا ہی مجھے نگل لے، میں بھی اس کا جبڑا چیرنے کی ہمت رکھتا ہوں، اس لئے کہ اس کے ساتھ اللہ کی طاقت ہوتی ہے

لیکن ہماری بدنصیبی یہ ہے کہ ہم نے جو رشتہ سب سے مضبوط رکھنا چاہئے تھا یعنی اللہ کے ساتھ **تعلق**، وہی رشتہ سب سے کمزور کر دیا ہے۔ اکثریت ہم میں ان لوگوں کی ہے جو اللہ کریم کے نام سے چڑتی ہے۔ اکثریت ہم میں ان لوگوں کی ہے جو دین کے نام سے خفا ہوتی ہے اور جو چڑتے نہیں ان کے پاس فرصت نہیں ہے اللہ کا نام سننے کی، اللہ کے دین کو جاننے کی۔ حد یہ ہے کہ علماء جو اللہ کا نام بتانے والے ہوتے ہیں، جو اللہ کا دین بتانے والے ہوتے ہیں، حد یہ ہے کہ ہم نے ان کا قتلِ عام شروع کر رکھا ہے۔

کوئی ایسی قوم، دنیا کی کوئی ایسی قوم جو اپنے اساتذہ کو، اپنے بتانے والوں کو، اپنے سمجھانے والوں کو قتل کرنے پر آ جائے اس کے پاس سکون واطمینان کی کوئی چیز باقی رہتی ہے؟ ہم ذلت کی اس حد کو پہنچ گئے ہیں کہ مساجد جو اللہ کا گھر تھیں ان میں بھی اللہ کی مسجد کوئی خال خال ہی رہ گئی ہے۔ مساجد بھی لوگوں کی، فرقوں کی، جماعتوں کی، اشخاص کی ملکیت بن گئی ہیں کہ یہ فلاں کی ہے، یہ فلاں کی ہے اور دوسرا فرقہ یا دوسرے فرقہ کا کوئی بندہ جو اس سے متفق نہیں ہے وہ اس میں نہیں گھس سکتا۔ اور کمال یہ ہے کہ بندوق بردار پہرے دار نہ ہوں تو مسجد میں عبادت کرنا بھی ناممکن اور محال ہو گیا ہے اور اگر کوئی پہرے دار نہ ہوں تو نمازی ہی قتل ہو جائیں گے، بموں سے مسجد اڑا دی جائے گی۔

آپ وحشت اور ذلت کی اس پستی کو دیکھئے اور پھر یہ سوچئے کہ اگر ہم اتنے ہی گر گئے

www.naqshbandiaowaisiah.com

ہیں تو کیا ہمارے دلوں میں سکون نام کی کوئی چیز بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن یاد رکھیں! جب تک زندگی کی رمق باقی ہوتی ہے تب تک امراض کا علاج ہوتا رہتا ہے اور علاج باقی ہوتا ہے اور اللہ قادر ہے وہ شفا دے سکتا ہے۔

الحمد للہ ہمارے پاس ایک رشتہ ہے کہ ہم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ کو اپنے دل میں بسائے ہوئے ہیں۔ یہ اللہ کریم کا احسان ہے کہ ابھی نوبت وہاں تک نہیں پہنچی کہ ہم توحید باری کا یا رسالت پیغمبر ﷺ کا انکار کر دیں۔ ابھی ہمارے پاس علاج کی گنجائش موجود ہے۔ لیکن ہم معالجین کو ہی قتل کرنے کے درپے ہیں۔ ایک عالم کو ایک لمحے میں قتل تو کیا جا سکتا ہے لیکن شاید ایسا کوئی عالم صدیوں میں پیدا نہ ہو۔

انقلاب فرانس میں انقلابیوں نے بلوٹین لگا دی، بلوٹین وہ مشین ہوتی ہے جس کے اوپر ایک بہت بڑا ٹوکہ ہوتا ہے، آدمی کو اس کے نیچے لٹا کر اسے باندھ دیتے ہیں اور اوپر سے ہینڈل دباتے ہیں اور وہ من ڈیڑھ من وزنی ٹوکہ گرتا ہے اور اس کی گردن کاٹ دیتا ہے.......... ایک معروف سائنس دان فرانس کا جسے انقلابیوں نے اس بلوٹن کی نذر کر دیا جب اس کا سر کٹ کر، اچھل کر گرا تو ایک شخص نے کہا کہ ایسے سر کاٹے تو جا سکتے ہیں لیکن ایسے دماغ پیدا نہیں کیے جا سکتے۔ ایک عالم کو آنِ واحد میں موت کی نیند تو سلایا جا سکتا ہے لیکن ایک عام بچے کو عالم بنانا اتنا آسان نہیں ہے کہ آپ بٹن دبائیں اور وہ عالم بن جائے۔

میں سمجھتا ہوں کہ ہم پاکستان میں صرف علماء کی فہرست بنائیں تو کہاں جا پہنچے گی۔ اب حکیم سعید جیسے آدمی کو جو پورے پاکستان کے لئے ایک امید گاہ تھا بدن کے امراض کے لئے اور ہر غریب و امیر جس سے مستفید ہوتا تھا، ایک طبیب کو گولی مارنے کی کیا تک ہے۔ نہ وہ سیاستدان ہے نہ کسی کا دشمن ہے نہ کسی سے اختلاف، وہ اپنے شعبے میں لگا ہوا ہے، اسی طرح بے شمار علماء اب آخری ڈاکٹر غلام مرتضٰے ملک۔ میں نے اپنی زندگی میں ایسے لوگ بہت کم دیکھے ہیں جن کا کام صرف اللہ اور رسول کی بات کرنا اور اختلافی باتوں میں نہ پڑنا ہے۔ ان میں سے ایک ڈاکٹر غلام مرتضٰے مرحوم بھی تھے۔ میرے ساتھ ان کی دس بارہ سال رفاقت رہی ہے، وہ جماعت کے ممبر تھے، میرے ساتھ انہوں نے بیعت کی ہوئی تھی، ان دس بارہ برسوں میں میں نے نہیں دیکھا کہ انہوں نے کسی سے اختلاف کیا ہو بلکہ ہمیشہ اصولی بات کرتے تھے اور ایسی بات کرنا چاہتے تھے جو حق ہو اور کسی کو پریشان نہ کرے بلکہ سب کے لئے ہدایت کا سبب بن جائے۔ ٹیلی ویژن پر ان کے بے شمار پروگرام آئے، اخباروں میں ان کے بے شمار پروگرام آئے۔ ان کے انٹرویو بے شمار آئے لیکن میں نے انہیں کسی پارٹی کی حمایت یا مخالفت کرتے نہیں دیکھا۔ ہاں، دین کی بات ضرور کرتے تھے اور اس میں جہاد کی حد تک، جذبات کی حد تک، جو اللہ کا حکم ہے، جو شریعت کا حکم ہے اس کے مطابق، ان حدود کے اندر، کسی کی ذات سے مخالفت نہیں.......... لیکن اگر آپ روشنی کی بات کریں گے تو ظلمت کی، اندھیرے کی مخالفت از خود ہوتی جائے گی یہ ایک الگ بات ہے.......... اب ایسے لوگوں کو اس لئے گولی کا نشانہ بنا دینا کہ آپ کو حکومت سے اختلاف ہے یا آپ کو سیاسی حالات سے اختلاف ہے تو اس کی کوئی.......... اس بات کو چھوڑ دیجئے کہ اس آدمی پر جو گزری، جو ظلم ہوا اللہ اسے اس کا اجر دے گا اور اس نے اللہ سے اپنا اجر لے لیا ہوگا، اس کی قسمت میں مظلومانہ شہادت لکھی ہوگی اس کے لئے تو بہتر ہی ہوگی۔ لیکن سوال یہ ہے کہ جس قوم کا عالم یہ ہے کہ وہ جسمانی طبیبوں کو بھی گولی مارتی ہے اور روحانی طبیبوں کو بھی گولی مارتی ہے، اس کے پاس سکون نام کی چیز کہاں سے آئے گی۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک اس سوچ مین لگا ہوا ہے کہ بے نظیر کیسے واپس آئے گی، نواز شریف کیسے واپس آ سکتا ہے اگر نہیں آئیں گے تو میاں اظہر وزیراعظم بنیں گے یا اعجاز الحق وزیراعظم بنے گا اور چوہدری شجاعت کا کیا ہوگا اور پرویز الٰہی مشرف صاحب کی صدارت کوئی مانے گا یا آنے والی اسمبلی نہیں مانے گی یا اسمبلیوں کے الیکشن منصفانہ ہوں گے یا غیر منصفانہ ہوں گے۔ یہ بحث تو سارا دن ہر ہوٹل پر ہر کھوکھے پر، ہر چھابڑی والا بھی کر رہا ہے لیکن کہیں آپ نے یہ سوچنے کے لئے بھی کوئی لمحہ نکالا کہ ہم جا کس طرف رہے ہیں اور اگر ہمارا یہی عالم رہا تو پرویز مشرف کی حکومت ہو یا

www.naqshbandiaowaisiah.com

نواز شریف کی ہو یا بے نظیر کی ہو یا اعجاز الحق آجائے یا میاں اظہر آجائے، کوئی بھی آجائے ہمارے زخم پر کیا وہ پٹی باندھ سکے گا.........؟ تو پھر کیا فرق پڑے گا کہ کون آتا ہے اور کون نہیں آتا؟ اس لئے کہ جن لوگوں کے نام لے لے کر ہم بحث کرتے ہیں وہ خود پریشان حال ہیں۔ ان کے اپنے قلوب میں سکون نہیں ہے۔ تو از راہِ کرم اپنے آپ پر رحم کیجئے، اپنی آنے والی نسلوں پر رحم کیجئے، اپنی اولاد اور اپنے متعلقین پر رحم کیجئے اور کمال، بھیڑیا بننے میں نہیں ہے کمال، انسان بننے میں ہے۔ کسی کو پریشان کرنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ آپ اس کے دروازے پر کانٹے بکھیر دیں، آپ اس کے راستے میں پتھر پھینک دیں، جاتے ہوئے اس کو گالی دے دیں، یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ کسی ایک کے لئے کوئی ایک لمحہ سکون کا، کوئی ایک لمحہ اطمینان کا، کسی فرد کے لئے کوئی ایک لفظ تسلی کا، کسی اللہ کے بندے کے لئے کوئی ایک لفظ پیار کا تلاش کیجئے.........

لیکن آدمی کسی کو وہی چیز دے سکتا ہے جو اس کے پاس موجود ہو۔ اگر کسی مفلس کی جیب میں ایک پائی بھی نہ ہو تو وہ دوسرے کو کیا دے گا۔ اگر ہم پیار اور محبت میں، دین اور دینداری میں، تعلق باللہ اور تعلق بالرسول میں ہم خود مفلس ہو گئے تو دوسرے کو کیا دیں گے۔

ابھی زندگی کی رمق باقی ہے، سانس کی آمد و شد باقی ہے اور اللہ کی رحمت اس سے وسیع ہے کہ ہمارے گناہ اس کو عاجز کر سکیں۔ ہم جتنے گناہ بھی کر چکے ہیں ان سب کا علاج ''توبہ'' ہے اللہ ہمیں پھر سے توبہ کی توفیق دے۔ پھر ہم اس کے پاس واپس آئیں۔ یہی ایک دروازہ ہے اللہ اور اللہ کے رسول کے نام کا اللہ کی یاد کا، اللہ اور اس کے حبیب ﷺ کی اطاعت کا۔ اپنے آپ کو پکڑ کر لائیے، کھینچ کر لائیے، زبردستی لائیے لیکن اس دروازے پر لائیے تو آپ دوسروں کے لئے بھی مفید بن سکتے ہیں۔

اقوام افراد سے بنتی ہیں۔ ہم ملک کی اور ملکی حالات کی بات تو کرتے ہیں لیکن اس ملک کا کیا بنے گا جس کے افراد نہیں سدھرتے ملک کیسے سدھرے گا؟ اگر ہم اپنے آپ کو، اگر چودہ کروڑ آبادی ہے تو پاکستان کا چودہ کروڑواں حصہ میں بھی ہوں، آپ بھی ہیں، اگر پاکستان کے چودہ کروڑ حصے بنائے جائیں تو ان میں سے ایک میں ہوں، ایک آپ ہیں۔ یہ جو چھوٹا سا پاکستان ہمارے حصے میں آتا ہے اس پر تو اسلام نافذ کر دیجئے۔ اسے تو دوسروں کے لئے مفید بنا دیجئے، اس پر تو محبت کی برسات کیجئے، اس پر تو عشق رسول کی ہوا چلایئے، اس پر تو کوئی ایسا پھول کھلایئے جو دوسروں کے لئے بھی شفا بخش ہو اور اگر ہم سے یہ چھ فٹ کا باڈی سٹرکچر یا اپنا وجود یا اپنا ڈھانچہ یا یہ ایک مٹھی خاک کی، اس کی ہم اصلاح نہیں کر سکتے تو پھر ہم کس بھروسے پر کہیں کہ ہم ملک کی اصلاح کر دیں گے۔ ملک تو بہت وسیع ہے، چودہ کروڑ تو بہت بڑا عدد ہے۔ اگر چودہ کروڑواں حصہ جو ہمارے بس میں ہے اگر ہم اس کو سدھار نہیں سکتے تو چودہ کروڑ نفوس کو سدھارنا پھر ہمارے بس میں نہیں ہے۔ اس لئے اپنی نمازوں کو رسم بننے سے بچایئے، عادت بننے سے بچایئے اور اللہ کی یاد کو اختیار کیجئے۔ ایک آیت روز پڑھ لیجئے لیکن قرآن حکیم کو روز پڑھئے تو سہی، ایک آیت ہی پڑھ لیجئے۔

میں نے سکول کی اسمبلی میں تلاوت شروع کروائی تھی۔ اس وقت بڑی آیت ہو تو ایک، اس سے چھوٹی ہو تو دو اور بہت چھوٹی آیات ہوں تو تین جمع کر لیں، بچوں کو ہر روز پڑھائی جائیں تو ایک ایک آیت پڑھ کر اس دفعہ میرے خیال میں وہ تیسرے ختم پر جا رہے ہیں یعنی دو دو دفعہ قرآن حکیم ختم کر کے تیسری دفعہ پڑھ رہے ہیں حالانکہ روزانہ ایک آیت پڑھتے ہیں۔ تو گزشتہ سات آٹھ برسوں میں دو دفعہ انہوں نے تیس سیپارے ختم کر لئے ہیں اور تیسری دفعہ ختم پر جا رہے ہیں۔ اگر ہم روزانہ ایک آیہ مبارک اور اس کا ترجمہ ہی پڑھ لیں، اور یہ سوچنے کا تکلف کر لیں کہ اللہ کریم نے کیا حکم دیا ہے اور میں کیا کرنے چلا ہوں تو عین ممکن ہے کہ اس کی رحمت ہمارا ساتھ دے اور ہمارا وہ دن شریعت کے مطابق گزر جائے اور ہمارے گناہوں کا پلڑا کم ہو جائے اور نیکی کی توفیق زیادہ ہو جائے۔

ایک نشانی یاد رکھیں! اللہ جنہیں دین عطا کرتا ہے انہیں اپنی محبت عطا کرتا ہے، اپنے نبی کی محبت عطا کرتا ہے اور جنہیں اللہ اور اس کے رسول سے محبت ہوتی ہے انہیں اللہ کے بندوں سے بھی شفقت اور محبت ہوتی ہے اور وہ مخلوق خدا کا بھلا سوچتے ہیں تباہی نہیں سوچتے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

MAGHRIB AUR HUM

Sixteen thousand tribes are existing on earth and approximately five thousand languages are spoken in the world. As the south asia is on the verge of world war III due to Kashmir problems, it is therefore necessary to find out ways and means to avoid war at any cost. Pakistan is a colourfull, prominent, four season and cultural diversity country. Hardworking people are living in the country with a wonderful history. On one side it is proud of its nuclear capability on other hand literacy rate is only 20%. 80% of Pakistan's population has no availability of clean drinking water. Apporximately 5 million famalies are living without their own homes.

Only 2.3% of GNP is spending on education while UNESCO has declared minimum level 4% for developing countries. We are spending only 0.9% on health facilites while international demand is 3%. In Pakistan there is one doctor for 1600 persons and only one dentist for 4000 persons (approximately), and about 20% population is living below poverty line.

Being a Pakistani we are proud as one of the 7 nuclear states. Westerns countries from the very beginning are not treating as independent nations to the eastern including Iran, Afghanistan, Cuba, Sodan, Libya, Somalia.

American and western media instead of filling gaps and constructing bridges have put nations against nations and people against people. Every one knows that Christian and Muslims believe in oneness of God and share many religious and moral practices, In Pakistan Christian and Muslims are living side by side as equal citizens. It is very strange for every one that 50 thousand Afghanis were declared equal to one American citizen. What are the justifications Americans know better. Why is it that the richest countries of the world like UK, france, Italy, Germany follow the policies of USA. The west, its media, leaders, educationist should study Eastern culture including Islamic, Hindu and Chines. The idea that every Muslim is a terrorist and every Arab is Usama is wrong. Many books have been written on Usama after 11 September 2001 incident, if you will frighten the people with gun threating them that we are all powerful and we will kill any person who is against us. Any one can't deny the positive development made by the western country in the field of infomation technology, engineering, science, arts and commerce, but guns tanks do not create love and relationship instead of encouraging dictators of the East for the purchase of Missile technology, weapon and arms. We should depend only as trade relations with western countries not aid. If aid is given it should be spent for the purpose of education and health. Western countries should be stopped further loans to the Eastern countreis and the eastern population should be trained to face the challenges of modern era.

We can create harmony between (eastern and western) and make this planet a beautiful heaven.

M.Idrees Khan-Faisalabad

www.naqshbandiaowaisiah.com

مراسلات

☆ ......غلام حسن فوجی، بمن آباد، لاہور۔ آپ نے انجینئر میجر ارشد صاحب، جن کا مضمون "مہنگائی کا جن اور بوتل" المرشد میں شائع ہوا تھا، کا ایڈریس مانگا ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ ان کا ایڈریس ہمارے پاس نہیں ہے ورنہ ضرور اس سے آپ کو مطلع کرتے۔

☆ ......احتشام احمد سلیمی صاحب آپ نے مضمون "اسلام کا احیاء" شائع نہ کرنے پر شکوہ کیا ہے اور ایک نظم بھجوائی ہے۔ اس ضمن میں عرض ہے کہ ہم نے اپنا پچھلے چھ ماہ کا ریکارڈ چیک کیا ہے۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کا اس عنوان کے تحت کوئی مضمون ہمیں موصول نہیں ہوا ہے۔ اگر آپ کے پاس اس کی کاپی ہو تو براہِ کرم ہمیں بھجوا دیں۔ آپ کی نظم کے دو اشعار پیش خدمت ہیں:

اٹھو لوگو کچھ جینا سیکھو
ظالم سے حق چھینا سیکھو
ظلم کو جڑ سے کاٹ دو
پھر عزت سے جینا سیکھو

☆ ......عبداللہ ملک، مرید کے۔ سے لکھتے ہیں کہ 11 فلسطینی انجینئروں کی ہلاکت پر ساری دنیا نے مذمت کی ہے لیکن مسلمان جو روزانہ سینکڑوں کی تعداد میں کشمیر، فلسطین، افغانستان، گجرات (انڈیا) اور دوسرے ممالک میں ہلاک ہو رہے ہیں ان کے لئے تو کبھی کسی نے افسوس کا اظہار نہیں کیا حتیٰ کہ 56 اسلامی ریاستیں بھی خاموش ہیں۔ ملک صاحب پوچھتے ہیں کہ خون مسلم اس قدر ارزاں کیوں ہے؟

O ......ملک صاحب! جواب میں ہم حضرت جی کا ایک قول نقل کرنا ہی کافی سمجھتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ "ہر دعویٰ ثبوت کا محتاج ہوتا ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم مسلمان ہیں لیکن کیا ہم اپنے اعمال کو اس دعویٰ کے ثبوت میں پیش کر سکتے ہیں۔"

☆ ......انجینئر عبدالرزاق اویسی صاحب نے ٹوبہ سے اپنا کلام بھیجا ہے جس میں سے ایک ان کے سسر مرحوم کے بارے میں ہے جو سلسلہ کے پرانے ساتھی تھے۔ اس کے دو اشعار ملاحظہ فرمائیں:

تو تھا اسمِ باسمیٰ کی غلامیٔ رسول
خوش دِلی سے ہر ادا کی تو نے آقا کی قبول
تو الٰہا العلمین جنت میں کر اِن کا مقام
جن کی حرزِ جاں بنی ہر سنتِ خیر الانام

☆ ......ضیاء الرحمٰن صاحب نے واں بھچراں سے ایک تحریر "آبِ حیات" بھیجی ہے جس میں حضرت مولانا اللہ یار خاںؒ اور حضرت جی امیر محمد اکرم اعوان کی مساعی جمیلہ کا ذکر کیا ہے اور عوام الناس کو اس آبِ حیات کی طرف متوجہ کیا ہے جو یہاں سے لٹایا جا رہا ہے۔

☆ ......سعد اللہ ڈیرہ اسماعیل خان نے رسالہ کی قیمت کم کرنے کے لئے تجویز کیا ہے کہ رسالہ کے صفحات کم کر لئے جائیں اور فونٹ باریک کر لیا جائے تا کہ زیادہ Matter اس میں سما سکے۔

☆ ......خواجہ منظور حسین سرگودھا نے المرشد کے لئے سالانہ چندہ منی آرڈر کیا ہے۔ انہیں انشاء اللہ جولائی سے شمارہ ملنا شروع ہو جائے گا۔

درخواست برائے دعائے مغفرت

......ڈاکٹر محمد اکرم (کروڑ پکا) کے والد میاں شاہ محمد رضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔

......مقصود احمد (امیر ضلع حیدر آباد) کے بھائی سعید احمد رضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔

......(ابوظہبی) جماعت کے ساتھی اکبر علی ساکن گوجرانوالہ کی والدہ محترمہ رضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہیں۔

......صوفی محمد بشیر (ستراہ) کی ماموں زاد ہمشیرہ رضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہیں۔

......محمد شریف (مرید کے) کی اہلیہ رضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہیں۔

......محمد حفیظ شاکر (اٹک) کی نانی رضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہیں۔

......ڈیرہ اسماعیل خاں کے صاحب مجاز مفتی احمد شعیب کے بھائی مفتی عبدالقدوس رضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔

......محمد سلیمان (چشمہ) ضلع میانوالی کی بہن رضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہیں۔